ت ص
309

تصوف کیا ہے؟

مرتبہ

محمد منظور نعمانی

ذخیرہ

Marfat.com

کلمۂ طیبہ کی حقیقت؟

(از مولانا محمد منظور نعمانی)

اس رسالہ میں اسلام کے کلمۂ دعوت (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی تشریح پوری تحقیق کے ساتھ ایسے دلنشین انداز میں کی گئی ہے کہ سطر سطر سے نور یقین میں اضافہ ہوتا ہے، اور ایمان تازہ ہوتا ہے ــــــ

اُردو زبان میں کم از کم ہمارے علم میں توحید و رسالت کے متعلق کوئی اور ایسا محققانہ اور عارفانہ رسالہ موجود نہیں ہے، جس سے عقل و جذبات، دل و دماغ یکساں طور پر متاثر ہوں۔

تیسرا اڈیشن، کاغذ طباعت اور کتابت اعلیٰ
قیمت ۸ر

مینیجر
کتب خانہ الفرقان گوئن روڈ لکھنؤ

Marfat.com

تصوف کیا ہے؟

مجموعۂ مقالات

مولانا محمد منظور نعمانی — مولانا محمد اویس ندوی
مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

ناشر
کتب خانہ الفرقان لکھنؤ

Marfat.com

ناشر

کتب خانہ الفرقان لکھنؤ

مطبوعہ
نامی پریس
لکھنؤ

پہلا اڈیشن (۱۰۰۰)

ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۱ ہجری
ستمبر سنہ ۱۹۵۲ عیسوی

(قیمت :- ۴ر)

Marfat.com

دیباچہ :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس "دین الحق" کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے، اور زندگی کے جس طریقے کی طرف آپ دنیا کو دعوت دیتے تھے اُس کا کامل ترین نمونہ خود آپ کی مقدس ذات تھی، اِسلئے آپ کا طریقۂ زندگی ہی وہ دینِ حق اور وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر بندہ اللہ کی رضا اور رحمت کا مستحق بلکہ اُس کا محبوب بھی بن جاتا ہی ـــــ قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کردینے کا حکم دیا گیا ہی :-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آپ کہدیجئے اگر تم لوگ اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو (یعنی میرے طریقۂ زندگی کو اختیار کرو) اللہ تم کو چاہنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا)۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے اِس طریقۂ زندگی اور اسوۂ حسنہ کا اگر اصولی تجزیہ کیا جائے تو اس میں مندرجۂ ذیل تین شعبے دریافت ہوتے ہیں :-

۱۔ شعبۂ ایمانیات :-

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، وحی و رسالت، ملائکہ، قیامت، حشر و نشر اور جنت و دوزخ جیسی غیر مشہود غیبی حقیقتوں کے بارہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو خبریں دی ہیں ـــــ آپ کو خدا کا سچا رسول اور صادق نمائندہ مانتے ہوئے ـــــ ان سب کی دل سے تصدیق کرنا ـــــ الغرض اس شعبہ میں تمام اُن غیبی حقیقتوں پر ایمان لانا داخل ہی جن پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خود یقین رکھتے تھے اور جن پر ایمان لانے کی آپ نے دوسروں کو دعوت دی۔ دینِ حق کا یہ سب سے اہم شعبہ ہے اور پورے دین کی اساس و بنیاد ہے، اور اس کے بغیر کسی عمل اور کسی فعل کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں ـــــ اور یہی شعبہ ہمارے علمِ عقائد کا موضوع ہے۔

۲۔ شعبۂ اعمالِ صالحہ :-

یہاں اس سے ہماری مُراد دین کا وہ تمامتر عملی حصہ ہے جو جوارح سے تعلق رکھتا ہے جس میں اسلامی عبادات (بشمول ہجرت وجہاد و امر بالمعروف وغیرہ) اور معاملات وآدابِ معاشرت وغیرہ داخل ہیں، یہ شعبہ گویا دین کا

Marfat.com

پورا قالب ہے، اور یہی اسلام کا عملی نظام ہے، اور ہماری عملی زندگی پر دین کے اسی شعبہ کی حکومت ہے، یا ہونی چاہئے، اور ہمارے علم فقہ کا خاص تعلق اسی شعبہ سے ہے۔

۳۔ شعبۂ کیفیاتِ رُوحانیہ :۔

جن لوگوں کو کتاب و سنت کی کچھ بھی خبر اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے دین کا کچھ بھی علم ہے وہ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ آپ نے جس طرح ایمانیات واعتقادات اور اعمال صالحہ و اخلاق حسنہ کے ابواب میں اپنی تعلیم و تلقین اور اپنے عملی نمونہ سے اُمت کی رہنمائی فرمائی ہے اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کی محبت و خشیت، یقین و توکل، احسان و اخلاص جیسی رُوحانی و قلبی کیفیات کے متعلق بھی اہم ہدایات دی ہیں، اور ان کو کمال دین و ایمان قرار دیا ہے، اور ان باطنی احوال و کیفیات کا نہایت اعلیٰ اور معیاری و مثالی نمونہ اُمت کے لئے چھوڑا ہے —— الغرض ایمانیات اور اعمالِ صالحہ کی طرح یہ باطنی و رُوحانی کیفیات بھی اپنے درجہ میں دین کا ایک مستقل اور اہم شعبہ ہیں، اور مشہور حدیث جبریلؑ میں پہلے شعبہ کو ایمان سے

لہ قریباً تمام کتب حدیث میں متعدد صحابۂ کرامؓ سے ایک نہایت اہم حدیث مروی ہے جس میں اصولی طور پر گویا پورے دین کا خلاصہ آگیا ہے، اور اسی لئے اس کو "ام السنہ" کہا جاتا ہے، جس طرح سورۂ فاتحہ کو "ام الکتاب" کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث عرف علما میں حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، ایک اجنبی شخص جس کو پورے مجمع میں کوئی نہیں پہچانتا تھا ایک خاص شان سے آیا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بالکل سامنے آکر اور آپ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا، اور پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ پر اور اُسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اُسکے رسُولوں پر اور یوم آخر پر اور تقدیر الٰہی پر ایمان لانا وہ ایمان ہے جسکی میں دعوت دیتا ہوں —— پھر اُسنے دوسرا سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے اسلام کے ارکان پنجگانہ کا ذکر کیا —— پھر تیسرا سوال اُسنے کیا احسان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ احسان اس کیفیت اور اس حالت کا نام ہے کہ اللہ کی عبادت اور بندگی تم اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ الخ —— حدیث کے آخر میں ہے کہ یہ سائل جب سوال جواب کر کے چلا گیا تب حضورؐ پر منکشف ہوا کہ یہ جبرئیلؑ تھے، آپؐ نے اُس وقت صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ جبرئیل امینؑ تھے، اور اس سوال و جواب کے ذریعہ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

دوسرے کو اسلام سے اور تیسرے کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے، اور آخر میں ان تینوں شعبوں کے مجموعے کو دین کہا گیا ہے (انہ جبرئیل جاء یعلمکم دینکم بخاری و مسلم)۔ دین کا یہی تیسرا شعبہ تصوف کا خاص موضوع ہے۔

رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مقدس ذات تو ان تینوں شعبوں کی یکساں طور پر جامع تھی، اور کسی درجہ میں ایسی ہی جامعیت اکابر صحابہؓ کو بھی حاصل تھی۔ لیکن بعد کے قرنوں میں زیادہ تر ایسا ہوتا رہا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اکثر وارثین و نائبین اگرچہ ذاتی طور پر کم و بیش ان تینوں شعبوں کے حامل اور جامع ہوتے تھے، لیکن اپنی اپنی صلاحیت و استعداد اور ذوق یا ماحول کے مطابق انھوں نے کسی ایک شعبہ کی خدمت سے اپنا خاص تعلق رکھا، اور بیشک بعد کے ان قرنوں میں دین کا پھیلاؤ جس درجہ بڑھ گیا تھا اور جو حالات پیدا ہو گئے تھے اُن میں ایسا ہونا ناگزیر بھی تھا، اس صورت اور اس تقسیم عمل نے خواص امت میں ائمۂ عقائد، فقہا اور صوفیا کے الگ الگ طبقے پیدا کئے۔

پس جس طرح ائمۂ عقائد اور فقہا نے خصوصیت کے ساتھ دین کے پہلے دو شعبوں کی خدمت و حفاظت اور تنقیح و تفصیل کی، اور علیٰ ہذا جس طرح ائمۂ محدثین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث کی حفاظت اور نقل و روایت کی خدمت انجام دی اور اسلئے یہ تمام حضرات اپنے اپنے دائرہ میں رسول اللہ صلعم کی نیابت و نمایندگی کرنے والے اور اُمت کے بہت بڑے محسن ہیں۔ اسی طرح حضرات صوفیاء کرام نے دین کے تیسرے اہم شعبہ کی خدمت و حفاظت اور اس باب میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نمایندگی و نیابت کی، اور اسلئے امت پر ان کا بھی بہت بڑا احسان ہے، اور امت یقیناً دین کے اس تکمیلی شعبہ میں ان کی خدمات کی ممنون اور محتاج ہے۔

پس سلوک و تصوف کی اصل غرض و غایت اور صوفیاء کرام کی مساعی کا اصل نصب العین اور خانقاہوں کا موضوع در اصل دین کا یہی تیسرا شعبہ ہے، یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی محبت و خشیت اور احسان و اخلاص جیسی رُوحانی کیفیات کی تحصیل و تکمیل اور پھر اس سلسلہ میں دوسروں کی رہنمائی اور فیض رسانی ان حضرات کا امتیازی شغل اور مخصوص دائرۂ عمل ہے۔

لیکن چونکہ یہ باطنی و رُوحانی کیفیات صرف کتابیں یا مقالے پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتیں، بلکہ سچ یہ ہے کہ ان عام ذرائع سے تو ان کا صحیح ادراک بھی نہیں ہوتا، اور ان کیفیات کے کسی حامل اور وارث کی

Marfat.com

صحبت و خدمت میں رہ کر مشاہدۂ آثار ہی کی راہ سے ان کی کچھ معرفت ہوتی ہے اور پھر انکے حصول کے متعلق بھی عام سنت اللہ چونکہ یہی ہے کہ ان کے عاملین کی صحبت و رفاقت اور تربیت ہی اس کا عام ذریعہ ہے اسلئے ایسے لوگ اس شعبہ سے اکثر محروم اور اس کی معرفت سے بھی قاصر رہتے ہیں جن کو اللہ کے کسی ایسے بندہ کی صحبت و رفاقت کی توفیق نہ ملی ہو جو ان کیفیات کا حامل ہو۔

ہمارے اس زمانہ میں جو بہت سی نئی چیزیں اور نئے حالات پیدا ہوئے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وسائل نشر و اشاعت کی وسعت اور کتابوں کی کثرت نے بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ پیدا کردیئے، جو دین کو صرف کتابوں اور رسالوں کے صفحات سے حاصل کرتے ہیں (اور یہ چیز فی نفسہ کچھ بُری نہیں ہے بلکہ اس لحاظ سے اچھی ہی ہے کہ اس طرح دینی افادہ اور استفادہ کا دائرہ بحمد للہ بہت وسیع ہوگیا ہے) لیکن چونکہ ان کو دین کے کسی ایسے بالاتر نمونے کے دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوتا جو خصوصیت سے اس تیسرے شعبہ کا بھی حامل ہو، اور جس کو دیکھ کر یہ اپنے علم کو نارسیدہ اور اپنی دینی معرفت کو ناتمام سمجھ سکیں، اسلئے بسا اوقات یہ حضرات اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اور لٹریچر کی راہ سے جو ہم نے جان بوجھ لیا ہے بس یہی "کُل دین" ہے، اور چونکہ آج کل کا عام پسند دینی لٹریچر بھی زیادہ تر ایسے ہی اہل علم و اصحاب قلم کا تیار کیا ہوا ہے جو خود اسی مرض میں مبتلا ہیں، اِسلئے وہ اپنے ناظرین کو اس بیماری سے نکالنے کے بجائے ان کے مرض کو اور زیادہ راسخ اور سنگین کر دیتا ہے۔

اور اس سے زیادہ رنج و افسوس کی بات یہ ہے کہ اس محرومی میں ہمارے خالص دینی مدارس کے پڑھے ہوئے بہت سے وہ فضلاء بھی اسی کتابی طبقے کے شریک حال ہیں جو کسی وجہ سے اس شعبہ سے ناآشنا ہونے کے باوجود اسی زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسلئے دین کے اس تکمیلی شعبہ کی طلب اور تحصیل کا کوئی داعیہ اُن کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔

دین کے اس لطیف ترین اور بلند ترین رُوحانی شعبہ سے ہمارے زمانہ کے لوگوں کی اس بیگانگی اور بُعد کا ایک عمومی سبب یورپ سے آئی ہوئی وہ مادیت اور ظاہریت بھی ہے جو مسیحی کلیسا کی غیر معتدل اور مسخ شدہ رُوحانیت کے ردعمل نے پیدا کی تھی۔ یورپی اقتدار کے پیدا کئے ہوئے دوسرے ظاہری و باطنی ملعون اثرات کی طرح اس کی یہ ذہنیت بھی ہمارے اندر پوری طرح سرایت کرگئی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ

Marfat.com

اس نے ہمارے اکثر عوام و خواص کو اتنا متاثر کر دیا ہے کہ دین کے اس رُوحانی شعبہ سے فطری طور پر جو مناسبت ہماری رُوحوں کو ہونی چاہیئے تھی وہ بھی نہیں رہی ہے، بلکہ نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ ہمارے اس دور کے بہت سے اچھے خاصے علم و نظر والے بھی اس سلسلہ کی چیزوں پر چھینٹا کسے لے لے کر طعن و طنز کرتے ہیں اور اسی کو اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔

اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ تعجب اور حیرتناک رویہ بعض ان حضرات کا ہی جو حضرت مجدّد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، امیر المومنین سیّد احمد شہیدؒ، اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو اپنے اپنے زمانوں کا مجدّد اور دین و سنت کو زندہ کرنے والا مانتے ہیں، اور اس کے ساتھ تصوّف کو "ضلال مبین" بھی کہتے ہیں، حالانکہ جس کسی نے حضرت مجدّدؒ کے مکتوبات، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف، اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبقات، اور ان ہی کے مرتب کئے ہوئے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے مجموعۂ ملفوظات (صراطِ مستقیم) کا مطالعہ کیا ہو، وہ اس حقیقت سے ضرور واقف ہوگا، کہ یہ حضرات سلوک و تصوّف کے صرف قائل اور حامل ہی نہیں، بلکہ دین کے اس شعبہ کے خاص داعی و علمبردار اور اصحاب سلاسل ائمہ ہیں اور اپنی تعلیم و تربیت اور اپنے تعامل میں ان حضرات نے تصوّف کو خاص اور غیر معمولی اہمیت دی ہی اور جو لوگ اس سے بے بہرہ ہوں ان کو "دین کے مغز سے بے نصیب" تک لکھا ہے۔ پس ایک طرف ان کو مجدّد (یعنی اپنے اپنے وقت میں نبوت و رسالت کی بدرجۂ اختصاص نیابت کرنے والا) ماننا، اور دوسری طرف ان کی زندگی کے سب سے نمایاں پہلو اور اُن کے عمر بھر کے طرزِ عمل کو "ضلال مبین" قرار دینا، اور جو لوگ اس چودھویں صدی میں گذشتہ صدیوں کے ان ائمہ اور مجدّدین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوں، اور انکے طریقہ پر اصلاح و تزکیۂ نفس کی کوشش کو صحیح سمجھتے ہیں، اُن پر "خانقاہیت" اور "پیری مریدی" کی پھبتیاں کسنا اس کے سوا کیا عرض کیا جائے کہ دینی ذمہ داریوں کے عدم احساس کے علاوہ علمی سنجیدگی کے مقام سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

ہاں یہ واقعہ ہے جس سے ہمیں انکار نہیں اور نہ کوئی انکار کر سکتا ہے کہ تصوّف کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والے بعض حلقوں نے بہت سی غلطیوں اور گمراہیوں کو بھی تصوّف کے نام سے اپنا یا ہے اور ان اہلِ ضلال کے نزدیک تصوّف گویا ان گمراہیوں ہی کا نام ہے، لیکن یہ تو ایسا ہی ہے جیساکہ بہت سے گمراہ طبقوں نے اسلام کے نام سے بہت سی ضلالتوں کو اپنا یا ہے —— پس انصاف اور معقولیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو غلطیاں اور

Marfat.com

گمراہیاں تصوف کے نام سے بعض طبقوں میں رائج ہیں ان کو ہم غلطی اور گمراہی ہی قرار دیں، لیکن اہل حق اور حاملانِ سنت و شریعت نے تزکیۂ نفس اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی احسان و اخلاص جیسی اعلیٰ رُوحانی و قلبی کیفیات حاصل کرنے کا جو صحیح نظام تصوف کے نام سے پیش کیا ہے اس کو ہم قبول کریں، اور اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

یہ چھوٹی سی کتاب جو در اصل چند مقالات کا مجموعہ ہے، اس کی اشاعت سے ہماری خاص غرض اور اُمید یہی ہے کہ دین کے اس تکمیلی شعبہ کی جو واقعی نوعیت اور افادیت ہے، اور دین میں اس کا جو حقیقی مقام ہے اللہ کے باتوفیق بندے اس سے واقف ہو کر اُس خیر کثیر اور اُس دولتِ عظمیٰ کو حاصل کریں جو اس راستہ سے حاصل کی جا سکتی ہے، اور لاکھوں بندگانِ خدا نے حاصل کی ہے، اور اسکے بارہ میں آجکل کے اکثر ذہنوں میں جو شکوک و شبہات اور جو اُلجھنیں حقیقت ناشناسی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں وہ صاف ہوں۔

اس میں شروع کے تین مقالے خود اس عاجز راقم سطور کے ہیں، اس کے بعد تین ہی مقالے ہمارے محترم دوست مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی کے ہیں، اس کے بعد ایک مقالہ "اہلِ تصوف اور ذہنی جد و جہد" رفیقِ محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قلم سے ہے، آخری آٹھواں مقالہ پھر اسی عاجز کا ہے۔

کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اور کچھ طویل اور ضخیم بھی نہیں ہے، بس خود پڑھیئے اور لکھنے والوں نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے براہِ راست واقفیت حاصل کیجئے، اور اگر باتیں صحیح اور اچھی معلوم ہوں تو ان سے فائدہ اٹھائیے اور لکھنے والوں کے لئے دُعاء خیر کیجئے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحات
۱	تصوف پر ابتدائی غور اور تجربہ	محمد منظور نعمانی	۱
۲	تصوف اور اس کے اعمال واشغال کے متعلق میرے چند یقین	محمد منظور نعمانی	۲۰
۳	تصوف اور اس کے اعمال واشغال کے متعلق بعض شبہات	محمد منظور نعمانی	۴۳
۴	تصوف اور اسکے اعمال واشغال کے متعلق شکوک وشبہات کا جواب	مولانا محمد اویس ندوی	۵۳
۵	یقین اور اس کے ثمرات	مولانا محمد اویس ندوی	۷۴
۶	تصوف اور شیخین	مولانا محمد اویس ندوی	۸۴
۷	اہل تصوف اور دینی جدوجہد	مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۱۰
۸	تصوف واحسان کے طالبوں کو چند ابتدائی مشورے	محمد منظور نعمانی	۱۲۹

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

تصوّف پر ابتدائی غور اور تجربہ

(از محمد منظور نعمانی)

۱۳۶۱ھ کے اواخر یا ۱۳۶۲ھ کے اوائل میں بعض ایسے حالات سے میں دوچار ہوا کہ چند دن کسی ایسی جگہ رہنے کی میں نے ضرورت محسوس کی، جہاں دل و دماغ افکار و مکروہات سے محفوظ رہیں، اور قلب کو کچھ سکون و اطمینان حاصل ہو ——— اس مقصد کے لئے میری نظرِ انتخاب اس زمانہ کے ایک صاحبِ ارشاد بزرگ کی خانقاہ پر پڑی جو آبادی اور آبادیوں کے شور و شغب سے الگ تھلگ جنگل میں واقع ہے، اور منظر بھی سرسبز و شاداب ہے، بہرحال میں وہاں پہونچ گیا۔

غالباً پہلا ہی دن تھا، مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر وہ محترم بزرگ خانقاہ کے صحن میں ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے، از راہِ شفقت و کرم مجھے بھی اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا تھا، یاد آتا ہے کوئی تیسرا شخص اُس وقت وہاں نہیں تھا، قریب ہی خانقاہ کی سہ دری میں چند ذاکر "نفی اثبات" کا، اور بعض اُن میں سے "اسمِ ذات" کا ذکر کر رہے تھے، یہ سب اچھے خاصے جہر کے ساتھ ذکر کرتے تھے، اور مشائخِ سلوک کے تجویز کئے ہوئے خاص

Marfat.com

طریقوں سے قلب پر ضرب بھی لگاتے تھے۔ اللہ کے ذکر میں جہر و ضرب کا یہ طریقہ اُس وقت میرے لئے صرف نامانوس ہی نہ تھا بلکہ کسی درجہ میں گویا ناقابلِ برداشت تھا، چنانچہ مجھ سے نہ رہا گیا، اور میں نے ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا:-

"حضرت! ساری عمر دین کے بارہ میں جو کچھ پڑھا ہے اور کتابوں میں جو دیکھا ہے اُس سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ اصل دین صرف وہ ہے جو رسول اللہ (صلّے اللہ علیہ وسلّم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے، اور جس کی تعلیم آپؐ نے صحابۂ کرامؓ کو دی، اور پھر صحابۂ کرامؓ سے بعد والوں نے سیکھا، اور صحیح نقل و روایت کے ذریعہ جو اُن سے ہم تک پہنچا —— اور یہ حضرات ذاکرین جس طرح جہری اور ضربی ذکر کر رہے ہیں، جہاں تک اپنا علم ہے نہ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابۂ کرامؓ کو یہ تعلیم فرمایا تھا، نہ صحابۂ کرامؓ نے تابعین سے اس طریقے پر ذکر کرایا، اور نہ تابعین نے اپنے بعد والوں کو یہ طریقہ بتلایا تھا، اس لئے ذکر کے اس طریقے کے بارہ میں مجھے خلجان ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اگر میرا یہ خلجان کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہے تو اس کی تصحیح ہو جائے۔"

Marfat.com

اُن بزرگ نے توقع کے خلاف میرے اس سوال کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے ایک عجیب انداز میں فرمایا :۔

"مولوی صاحب! یہ بیچارے جو یہاں میرے پاس آتے ہیں یہ کسی اور کام کے نہیں ہوتے، بس اسی کام کے ہوتے ہیں، اور اسی کے واسطے آتے ہیں، اسلئے میں ان کو یہ ہی بتلا دیتا ہوں، آپ جو کام کرتے ہیں (یعنے تحریر و تقریر سے دین کی خدمت) یہ بہت بڑا کام ہے، آپ تو یہی کرتے رہیں اور اس چکّر میں نہ پڑیں "

ظاہر ہے کہ یہ میرے سوال کا جواب نہ تھا۔ لیکن اُن بزرگ نے میری بات کے جواب میں اتنا ہی فرمایا، اور مجھے کچھ اور عرض کرنے اور اپنے اصل سوال کی طرف مکرر توجہ دلانے کی مہلت دیئے بغیر ہندوستانی مسلمانوں کے بعض اجتماعی مسائل اور اُن کے مستقبل پر گفتگو کا ایک نیا سلسلہ شروع فرما دیا جو میرے لئے بھی دلچسپ تھا، اُن کا یہ ویہ دیکھ کر پھر سے اپنے سوال کو اُٹھانا میں نے بھی مناسب نہ سمجھا، اور عشا کے قریب یہ مجلس ختم ہوگئی۔

اگلے دن مغرب بعد پھر یہی ہوا کہ ذاکرین نے اُسی دھن کے ساتھ اپنا اپنا ذکر شروع کیا، مجھ سے پھر نہ رہا گیا اور میں نے کل کا اپنا سوال پھر یاد دلایا، لیکن آج بھی اُن بزرگ نے وہی کل والا رویہ اختیار فرمایا کہ میری بات کو بالکل نظر انداز فرما کر

Marfat.com

ہندوستانی مسلمانوں کی غالباً ماضی اور حال کی مختلف تحریکوں پر گفتگو کا ایک لمبا سلسلہ شروع فرما دیا، اور میرا سوال پھر رہ گیا۔

اُن بزرگ کے اس رویہ سے الحمدللہ میں اس غلط فہمی میں تو مبتلا نہیں ہوا کہ چونکہ میرے سوال کا کوئی جواب ان کے پاس ہے نہیں، اسلئے یہ اس سے پہلوتہی کر رہے ہیں، بلکہ مجھے یہ خیال ہوا کہ غالباً میرے سوال کو ایک اہل اور طالبِ صادق کا سوال نہیں سمجھا گیا ہے، بلکہ ایک مبتلائے زعم وکبر کا اعتراض سمجھ کر اس کو اس طرح نظرانداز فرمایا جارہا ہے[1]، اور اس میں شبہ نہیں کہ اُس وقت اس سوال سے اپنی تشفی (جہاں تک اَب یاد ہے) مقصود بھی نہ تھی، بلکہ نیت کچھ اور ہی تھی۔

خانقاہ کے جس حجرے میں میرے سونے کا انتظام تھا، نمازِ عشا وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اُس میں جا کر لیٹ گیا، اور تصوّف کے اس قسم کے اعمال واشغال پر بطورِ خود ہی غور کرنے لگا، اس غور وفکر میں میں خود ہی سائل تھا، اور خود ہی مجیب، یاد آتا ہے کہ اس ذہنی بحث مباحثہ میں دیر تک نیند نہیں آئی، میں چاہتا تھا کہ ذہن اس مسئلہ میں بالکل یکسو ہو جائے، اگر

---

[1] صوفیوں کو اُن کے ایک بڑے اُستاد (حافظ شیرازیؒ) کا مشورہ بھی یہی ہے کہ۔ ؎

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق ومستی

بگذرید تا بمیرد در رنج خود پرستی

Marfat.com

میرے سوچنے میں کوئی غلطی ہو رہی ہے تو اُس کی تصحیح ہو جائے، اور اگر میں ٹھیک طور پر سمجھ رہا ہوں تو پھر اس بارہ میں مجھے ایسا یقین و اطمینان حاصل ہو جائے کہ میں پوری قوت سے ان چیزوں کا رد و انکار کروں، اور ان باتوں کے غلط باطل ہونے پر ایک سچے حق پرست کی طرح اصرار کروں۔

اسی غور و خوض میں دیر کے بعد میرا ذہن ایک دفعہ اس طرف منتقل ہوا کہ تصوف کے ان خاص اعمال و اشغال کو (مثلاً ذکر و مراقبہ کے ان مخصوص طریقوں کو جو مشائخ کے تجویز کئے ہوئے ہیں اور اپنی قیود و اوضاع کے ساتھ سنّت سے ثابت نہیں ہیں) میرا بدعت اور نا درست سمجھنا اگر صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مجدّد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت سیّد احمد شہیدؒ، اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، اور ان سے بھی پہلے ان جیسے بہت سے حضرات کو مجدّد یا مصلح نہیں، بلکہ بدعات کا حامی اور بدعات کا رواج دینے والا ماننا پڑے گا، کیونکہ ان حضرات نے صرف اتنا ہی نہیں کہ کسی مصلحت یا وقت کے تقاضے سے ان چیزوں کے بارہ میں تسامح اور تساہل ہی برتا ہو، بلکہ ان کی تعلیم سے انکی کتابیں بھری ہوئی ہیں، اور ساری عمر اپنے پاس آنے والے طالبین کو انھوں نے ان ہی طریقوں سے ذکر شغل کرا کے ان کا سلوک طے کرایا ہے، بلکہ ان حضرات میں سے اکثر کی زندگی میں جس قدر یہ پہلو نمایاں ہے اُن کی کتابوں کے پڑھنے والے اور حالات کے جاننے والے جانتے ہیں کہ غالباً کوئی دوسرا پہلو اتنا نمایاں نہیں ہے۔

ذہن کے اس طرف منتقل ہونے کے بعد دل نے یہ فیصلہ تو جلدی ہی کر لیا کہ مجھ جیسے

Marfat.com

کم فہم اور ناقص العلم کا کسی مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کرنا زیادہ ممکن اور زیادہ قرینِ قیاس ہے بہ نسبت اس کے کہ امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ و شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جیسے اکابر علم و دین کی طرف غلطی کو منسوب کیا جائے، اور وہ بھی ایک ایسے فن سے متعلّق مسئلہ میں جس کے ساتھ ہمارا تعلق تو صرف نظری ہے، اور ان حضرات کا عمر بھر اس کیساتھ گہرا عملی تعلّق رہا ہے۔

دل نے اپنے خلاف یہ فیصلہ جلدی اور آسانی سے اِسلئے کر لیا کہ ان حضرات کی تصانیف کے مطالعہ اور ان کے شخصی حالات اور اصلاحی و تجدیدی خدمات سے کچھ واقفیت کی وجہ سے ان کے رسوخ فی العلم، تفقہ فی الدین اور عنداللہ مقبولیت کا میں پہلے ہی سے پوری طرح قائل تھا، اور میرا دل کسی طرح یہ قبول نہیں کر سکتا تھا کہ یہ سب حضرات (اپنے اپنے زمانہ میں اسرار دین کے عارف اور امّت کے مجدّد ہونے کے باوجود) چند بدعتوں کو قربِ خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر خود بھی ساری عمر اُن میں مبتلا رہے، اور اللہ کے ہزاروں بندوں کو بھی ان میں مبتلا کرتے رہے ——— بیشک مجدّد نبی کی طرح معصوم اور صاحبِ وحی تو نہیں ہوتا، لیکن وہ بدعات کا داعی اور مروّج بھی نہیں ہو سکتا، خاصکر دین کے جس شعبہ میں اس کو دوسرے سب شعبوں سے زیادہ انہماک ہو، اور وہ اس کا خاص داعی ہو اور اسی کے ذریعہ اصلاح و تجدید کا کام کر رہا ہو، اُس میں اگر وہ بدعت و غیر بدعت میں امتیاز نہ کر سکے گا تو یقیناً وہ اصلاح سے زیادہ افساد کا، اور ہدایت سے زیادہ ضلالت کا باعث ہو گا۔

Marfat.com

بہرحال یہ چند خیالی نکتے تھے جن پر پہونچ کر میرے ذہن کی الجھن کچھ کم ہوئی اور میں نے مان لیا کہ غالباً مجھ سے ہی اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی غلطی ہو رہی ہے، اور اب مجھے اپنی غلطی ہی کو پکڑنے اور پالینے کی کوشش کرنا چاہئے۔

رات کافی گذر چکی تھی، اس نتیجہ پر پہونچ کر میں نے اس غور و فکر کا سلسلہ اُس وقت ختم کر کے سوجانے کا ارادہ کرلیا، اور سوگیا۔

جن بزرگ کی خانقاہ کا یہ قصہ ہے اُن کا معمول ہے کہ روزانہ نماز فجر کے بعد چند میل ٹہلتے ہیں، اُس دن یہ عاجز بھی ساتھ ہولیا، اور رات کے اپنے ذہنی بحث مباحثہ اور اس کے نتیجہ کا ذکر کیا، اور عرض کیا، کہ :-

"میرے دل دماغ نے یہ تو مان لیا ہے کہ تصوّف کے ان اعمال و اشغال کے بارہ میں جو اب تک میں نے سمجھا ہے غالباً وہ صحیح نہیں ہے، اور اس میں کوئی غلط فہمی مجھے ہو رہی ہے، لیکن ابھی تک میں اُس غلطی کو پکڑ نہیں سکا ہوں، چونکہ طبیعت طالب علمانہ پائی ہے اسلئے چاہتا ہوں کہ یہ گرہ بھی کُھل جائے اور جو خلش باقی ہے وہ بھی نکل جائے"

موصوف میری یہ بات سُن کر مسکرائے، اور فرمایا :-

"مولوی صاحب! آپ کو یہی تو شبہ ہے کہ یہ چیزیں بدعت ہیں؟

Marfat.com

یہ بتلائیے کہ بدعت کی تعریف کیا ہے؟"

میں نے عرض کیا :-

"بدعت کی تعریف تو علماء نے کئی طرح سے کی ہے، لیکن جو زیادہ منقح اور محقق معلوم ہوتی ہے وہ یہی سیدھی سی تعریف ہے کہ دین میں کسی ایسی چیز کا اضافہ جس کے لئے شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو۔"

فرمایا :-

"ہاں ٹھیک ہے لیکن یہ بتلائیے کہ اگر دین میں کوئی چیز مقصود اور مامور بہ ہو، اور اللہ و رسُول نے اس کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہو، لیکن کسی وقت زمانہ کے حالات بدل جانے سے وہ اُس طریقے سے حاصل نہ کی جا سکتی ہو جس طریقے سے رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابۂ کرام رضؓ کے زمانہ میں حاصل ہو جایا کرتی تھی، بلکہ اُس کے واسطے کوئی اور طریقہ استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جائے، تو کیا اس نئے طریقے کے استعمال کو بھی آپ "دین میں اضافہ" اور "بدعت" کہیں گے؟ —— (پھر اپنے مقصد کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے فرمایا) —— مثلاً دین سیکھنا سکھانا ضروری ہے

Marfat.com

اور دین میں اس کا نہایت تاکیدی حکم ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں اس کے لئے صرف صحبت کافی ہو جاتی تھی، تعلیم کے لئے کوئی مستقل انتظام نہیں تھا، نہ مدرسے تھے نہ کتابیں تھیں، لیکن بعد میں حالات ایسے ہو گئے کہ صحبت اس مقصد کے لئے کافی نہیں رہی، بلکہ کتابوں کی اور پھر مدرسوں کی بھی ضرورت پڑ گئی، تو اللہ کے بندوں نے کتابیں لکھیں اور مدرسے قائم کئے، اور اس کے بعد سے دین کے تعلیم و تعلم کا سارا سلسلہ اسی سے چلا، اور اب تک اسی سے قائم ہے ـــــ تو کیا تعلیم و تعلم کے طریقے میں اس تبدیلی کو بھی "دین میں اضافہ" اور بدعت کہا جائیگا؟"

میں نے عرض کیا :ـ

"نہیں! "دین میں اضافہ" جب ہوتا ہے، جبکہ مقصوداً کوئی امرِ شرعی بنا کر کیا جائے، لیکن اگر کسی دینی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے قدیمی طریقے کے ناکافی ہو جانے کی وجہ سے کوئی نیا جائز طریقہ اختیار کر لیا جائے تو اس کو "دین میں اضافہ" نہیں کہا جائے گا، اور نہ وہ بدعت ہوگا"

Marfat.com

فرمایا :-

"بس سلوک کے جن اعمال و اشغال پر آپ کو بدعت ہونے کا شبہ ہے اُن سب کی نوعیت بھی یہی ہے، ان میں سے کوئی چیز بھی مقصد سمجھ کر نہیں کی جاتی، بلکہ یہ سب نفس کے تزکیہ اور تحلیہ کے لئے کیا کرایا جاتا ہے جو دین میں مقصود اور مامور بہ ہے ____ مثلاً یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اُس کا اور اس کی رضا کا دھیان، فکر رہنا، اور اس کی طرف سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں، اور قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا[1] ____ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں دین کی تعلیم و تربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپ کی صحبت ہی سے حاصل ہو جاتی تھیں، اور حضور کے فیضانِ صحبت سے صحابۂ کرام کی صحبتوں میں بھی یہ تاثیر تھی، لیکن بعد میں

---

[1] کتاب و سنت کے جن نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اُن میں سے چند آئندہ اوراق میں ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۲

Marfat.com

ماحول کے زیادہ بگڑ جانے اور استعدادوں کے ناقص ہو جانے کی وجہ سے اس مقصد کے لئے کاملین کی صحبت بھی کافی نہیں رہی، تو دین کے اس شعبہ کے اماموں نے ان کیفیات کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کے ساتھ "ذکر فکر کی کثرت" کا اضافہ کیا، اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی ــــ اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کر کے اُن کے نفس کو توڑنے اور شہوات کو مغلوب کرنے اور طبیعت میں لینت پیدا کرنے کے لئے اُن کے واسطے خاص خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کئے ــــ اسی طرح ذکر کی تاثیر بڑھانے کے لئے اور طبیعت میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ضرب کا طریقہ نکالا گیا ہے، تو ان میں سے کسی چیز کو بھی مقصود اور مامور بہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ سب کچھ علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے، اور اسی لئے مقصد حاصل ہو جانے کے بعد یہ سب چیزیں چھڑا دی جاتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ائمۂ طریق اپنے اپنے زمانہ کے حالات اور اپنے تجربوں کے مطابق ان چیزوں میں ردوبدل اور کمی بیشی بھی کرتے رہے ہیں، اور اب بھی

Marfat.com

کرتے رہتے ہیں، بلکہ ایک ہی شیخ کبھی کبھی مختلف طالبوں کیلئے
ان کے خاص حالات اور ان کی استعداد کے مطابق
الگ الگ اعمال و اشغال تجویز کر دیتا ہے، اور بعضے
ایسی اعلیٰ استعداد والے بھی ہوتے ہیں جنھیں اس طرح کا
کوئی ذکر شغل کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اور
اللہ تعالیٰ ان کو یوں ہی نصیب فرما دیتا ہے، اس سے
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کو صرف علاج اور
تدبیر کے طور پر ضرورۃً کیا کرایا جاتا ہے"۔

ان بزرگ کی اس تقریر اور توضیح سے میرا وہ ذہنی خلجان تو دور ہو گیا، لیکن ایک نئی پیاس یہ پیدا ہو گئی کہ یہ جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کو خود آزما کے دیکھا جائے، اور اپنے ذاتی تجربے سے قلبی اطمینان اور مزید یقین حاصل کیا جائے، لیکن میرے حالات اور مشاغل میں اس کی گنجائش نہیں تھی کہ اس تجربے کے لئے میں کوئی بڑا اور مستقل وقت دے سکوں، اسلئے میں نے بے تکلف اور صفائی سے عرض کیا، کہ:۔

"اگر یہ ذکر شغل ان مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ یہ چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں، تو پھر تو میں بھی اس کا محتاج ہوں، لیکن میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا، کیونکہ

Marfat.com

دین کے جن دوسرے کاموں سے کچھ تعلق کر رکھا ہے اُنکو بھی
میں چھوڑنا نہیں چاہتا"

فرمایا:-

"مولوی صاحب! تصوف دین کے کام چھڑانے کیلئے نہیں ہے بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوت آتی ہے، اور جان پڑتی ہے، لیکن کیا عرض کیا جائے اللہ کی مشیت ہے، جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا ہے وہ اب ادھر توجہ ہی نہیں کرتے، حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ وہ اِدھر دیدیں تو دیکھیں کہ ان کے کاموں میں کتنی قوت آتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے، باوا صاحبؒ نے، اور بعد میں حضرت مجدد صاحبؒ، حضرت شاہ صاحبؒ، اور حضرت سید صاحبؒ نے ہمارے اس ملک میں دین کی جو خدمتیں انجام دیں، اور جو کچھ کر دکھایا (جن کا سوواں اور ہزارواں حصہ بھی ہماری بڑی بڑی انجمنیں اور جماعتیں نہیں کر سک رہی ہیں) اُس میں اُن کے اخلاص اور قلب کی اُس طاقت کو خاص دخل تھا جو تصوف کے راستہ سے پیدا کی گئی تھی ——— لیکن اب صورت یہ ہے کہ اس طرف

Marfat.com

صرف وہی بیچارے آتے ہیں جو بس اللہ اللہ کرنے کے کام کے ہی ہوتے ہیں، یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں استعدادیں مختلف رکھی ہیں، ناقص استعداد کا آدمی اعلیٰ استعداد والوں کا کام نہیں کر سکتا۔"

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا:۔

"خدا معلوم لوگ تصوف کو کیا سمجھتے ہیں، تصوف تو بس اخلاص اور عشق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، اور جو کام عشق کی طاقت سے اور اخلاص کی برکت سے ہوسکتا ہے وہ اس کے بغیر نہیں ہوسکتا، تو دراصل تصوف ضروری نہیں ہے، بلکہ عشق اور اخلاص پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اگر کسی کو اس کے حاصل کرنے کا اس سے بھی آسان اور مختصر کوئی اور راستہ معلوم ہو جائے تو مبارک ہے، وہ اسی راستہ سے حاصل کرلے، اور ہم کو بھی بتلادے، ہم تو اسی راستہ کو جانتے ہیں جس کا اللہ کے ہزاروں صادق بندوں نے سیکڑوں برس سے تجربہ کیا ہے، جن میں سیکڑوں وہ تھے جو دین کے اس شعبہ کے مجتہد بھی تھے، اور صاحب الہام بھی تھے۔"

میں نے عرض کیا، کہ:۔

Marfat.com

"جو شخص پہلے سے کسی دینی کام میں لگا ہوا ہو، اور وہ یہ محسوس کرتا ہو کہ اُسے عشق اور اخلاص نصیب نہیں ہے، تو کیا وہ کسی مُدّت تک اُس کام کو چھوڑ کے پہلے اس کی تحصیل کرے، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اُس کو بھی کرتا رہے اور اس کے ساتھ اس کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے؟"

فرمایا:۔

"ہاں! ہو سکتا ہے، البتہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ انھیں کچھ مُدّت کے لئے یکسوئی کے ساتھ اسی طرف مشغول ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

میں نے عرض کیا:۔

"کیا اس کے لئے بیعت ہونا بھی ضروری ہے؟"

فرمایا:۔

"نہیں، بالکل نہیں! ہاں طلب اور اعتماد کے ساتھ محبت اور صحبت ضروری ہے، بیعت تو صرف تعلق اور اعتماد کے اظہار کے لئے ہے، ورنہ اصل مقصد میں بیعت کو کوئی خاص دخل نہیں ہے۔"

میں نے عرض کیا، کہ: "پھر مجھ کو بھی کچھ فرما دیں۔"

Marfat.com

فرمایا :—

"مولوی صاحب! حدیث میں ہے "المستشار موتمن"
(جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے، اُس کو پوری
دیانتداری سے مشورہ دینا چاہیئے) - میں آپ کے لئے
یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ آپ اس مقصد کے لئے فلاں صاحب
یا فلاں صاحب کی طرف رجوع کریں، ان حضرات پر اللہ تعالیٰ
کا خاص فضل ہے، اور آپ جیسے علم والوں کیلئے میں اُن ہی
حضرات کو اہل سمجھتا ہوں۔"

میں نے عرض کیا :—

"ان دونوں بزرگوں کی عظمت پہلے سے بھی کچھ دل میں تھی،
اور اب حضرت کے اس ارشاد سے اور زیادہ ہوگئی، لیکن
چونکہ مجھ میں یہ طلب یہیں پیدا ہوئی ہے اسلئے میں تو اس
راستے میں حضرت ہی سے رہنمائی حاصل کرنا اپنے لئے
بہتر سمجھتا ہوں۔"

موصوف نے اپنی محبت وشفقت کے پورے اظہار کے ساتھ ایک یا دو دفعہ پھر انہی دونوں بزرگوں کا حوالہ دیا، لیکن جب میں نے ادب کے ساتھ اپنی ہی رائے پر اصرار کیا تو قبول فرمالیا، اور میری مصروفیتوں کا پورا لحاظ فرماتے ہوئے ذکر وغیرہ کا بہت مختصر سا پروگرام تجویز فرمادیا،

Marfat.com

اور میں نے کرنا شروع کر دیا۔

اس کے بعد میں غالباً چار یا پانچ دن وہاں اور مقیم رہا، جب اجازت لیکر رخصت ہونے لگا، تو خاص اہتمام سے فرمایا، کہ:۔

"حضرت دہلوی (یعنی حضرت مولانا محمد الیاسؒ) کی خدمت میں آپ ضرور جایا کریں، اور کچھ قیام کیا کریں۔"

اس موقع پر مولانا موصوفؒ کے متعلق بہت بلند چند کلمات بھی ارشاد فرمائے، اور یہ حقیقت ہے کہ ان بلند کلمات ہی نے مجھے اس مشورہ کی تعمیل پر آمادہ کیا، اور جیسا کہ مولانا مرحومؒ کے ملفوظات کے مقدمہ میں میں لکھ چکا ہوں، اس کے بعد ہی میں نے مولانا موصوفؒ کی شخصیت کو کچھ جانا، اور کچھ عرصہ کے بعد میں یہ بھی سمجھ سکا کہ مولانا کی خدمت میں حاضری کا اتنے اہتمام سے مجھے کیوں مشورہ دیا گیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ خانقاہیت اور خانقاہی مشاغل اور اہلِ خانقاہ سے مجھے جو بُعد تھا، اُس میں اچھا خاصا دخل میرے اس احساس کو بھی تھا کہ ان حلقوں میں دین کا فکر اور اُسکی خدمت کا جوش میں کم پاتا تھا، حالانکہ میں اس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاص میراث سمجھتا ہوں، میرا خیال ہے کہ ان بزرگ نے میرے اس احساس کو سمجھ کر اس کی اصلاح و تعدیل کے لئے ہی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی خدمت میں حاضری اور قیام کی مجھے اتنے اہتمام سے تاکید فرمائی، گویا مجھے ایک عشق باز اور صاحبِ اخلاص بندے کے

Marfat.com

دین کے درد، اور اس راہ میں اس کی تڑپ اور بے کلی کا مشاہدہ کرانا تھا، اور دکھانا تھا کہ دین کی خدمت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ جاں شد و آواز نیامد

آٹھ، نو برس پہلے کا یہ واقعہ ہے، حافظہ نے ابتک جتنا کچھ محفوظ رکھا لکھ دیا ہے، اپنی اور اُن بزرگ کی گفتگو کا جو حصہ نقل کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اتنے عرصے کے بعد اصلی الفاظ میں نقل کرنا ممکن نہ تھا، اسلئے اس سب کو روایت بالمعنی ہی سمجھنا چاہئے، بلکہ اس کا بھی قوی امکان ہے کہ اس سلسلہ کی بعض باتیں رہ گئی ہوں، اور بعض ایسی باتیں یہاں لکھی گئی ہوں جو اس موضوع پر بعد میں کسی اور صحبت میں اُن بزرگ سے سُنی گئی ہوں، بہرحال جو توضیحات و تشریحات اُن بزرگ کی طرف منسوب کرکے یہاں لکھی گئی ہیں اس کا اطمینان ہے کہ وہ سب اُنہی کی ہیں۔

تصوّف کے اعمال و اشغال کے متعلق جس ذاتی تجربہ کا ارادہ کیا گیا تھا، افسوس ہے کہ اپنی کم ہمتی اور لااُبالی پن کی وجہ سے، اور کچھ اپنے دیگر مشاغل کی کثرت اور خاص نوعیت کے سبب سے کما حقہ وہ تجربہ تو نہیں کیا جا سکا، تاہم جو ٹوٹا پھوٹا اور برائے نام سا تعلق اس سلسلہ سے اور اُس کے اشغال سے ان چند سالوں میں رہا، اور اس کی وجہ سے

Marfat.com

اس راہ کے بعض اکابر سے جو قُرب حاصل رہا، اور اِن کے احوال اور ماحول کو قریب سے مطالعہ کرنے کا جو موقع ملا اُس سے چند یقین حاصل ہوئے، جن میں سے بعض تصوّف کے مخالفین اور منکرین کی خدمت میں عرض کرنے کے قابل ہیں، اور بعض خود اہلِ تصوّف کی خدمت میں پیش کرنے ضروری ہیں ——— خدا لگتی بات یہ ہے کہ غریب "تصوّف" اپنے منکروں اور مخالفوں کا تو مظلوم ہے ہی، لیکن جو اس کے حامل اور علمبردار ہیں، کچھ ان کی بعض چیزیں بھی اس مظلومیت کا باعث بن رہی ہیں۔

Marfat.com

(۲)

تصوّف اور اُسکے اعمال اشغال کے متعلق

میرے چند یقین

(۱) تصوّف کا مقصد اور اُسکی حقیقت

الحمد للہ کہ اب اس باب میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں رہا، کہ تصوف اور اُس کے اعمال واشغال کا اصل مقصد دین کی تکمیل اور خصوصاً ان کیفیات اور ملکات کی تحصیل کے سوا کچھ نہیں ہے جن کو کتاب وسنّت ہی میں کمال ایمان واسلام کی ضروری شرط قرار دیا گیا ہے، چونکہ اس بارہ میں بہت سے حضرات کے ذہنوں میں الجھنیں ہیں اسلئے جو کچھ اس سلسلہ میں مینے سمجھا ہے اس کو ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین کی تکمیل کے لئے عقائد اور اعمال کی صحت کے علاوہ انسان کے قلب اور باطن میں کچھ خاص کیفیات کا ہونا بھی ضروری ہے مثلاً محبت کے بارے میں سورۂ بقر کی ایک آیت میں ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ	اور جو ایمان والے ہیں اُن کو سب سے زیادہ
(سورۂ بقرہ-۲۰-ع)	محبت اللہ سے ہوتی ہے۔

Marfat.com

اور حدیث صحیح میں ہے :۔

"ثلٰث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان، الحدیث"

(یعنی ایمان کی حلاوت اُس کو حاصل ہوگی جس میں تین چیزیں موجود ہوں، اُن میں سے اوّل یہ کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت اُس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ اگر کسی آدمی سے اُس کو محبت ہو تو وہ بھی اللہ ہی کے واسطے ہو، اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف جانا اُس کے لئے اتنا ناگوار اور تکلیف دہ ہو جتنا کہ آگ میں ڈالا جانا)۔

اور سورۂ انفال کے پہلے رکوع میں ہے :۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورۂ الانفال-ع ۱)	سچے ایمان والے بس وہی لوگ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو، اور جب اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو اُن کے نورِ ایمان میں زیادتی ہو، اور اپنے پروردگار پر وہ بھروسہ رکھتے ہوں۔

اور سورۂ "مومنون" میں اللہ کے اچھے اور کامیاب بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ	بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کی ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہیں، اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں،

Marfat.com

يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ
لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ
مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ
اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ
يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَهُمْ
لَهَا سَابِقُوْنَ ۝

(المومنون۔ ع ۴)

اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں، اور وہ جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اور نیکی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتے وقت (اور اسی طرح دوسرے نیک اعمال کرتے وقت) اُنکے دل خائف رہتے ہیں کہ اُن کو اللہ کے حضور میں لوٹ کے جانا ہے (معلوم انکے یہ عمل وہاں قبول ہوں یا نہ ہوں) وہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیز گامی کرتے ہیں، اور وہی ان کے لئے دوڑ کر بڑھنے والے ہیں۔

اور سورۂ زمر میں قرآن مجید کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ:۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ
اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۝

(زمر۔ ع ۳)

اس سے اُن لوگوں کے بدن کانپنے لگتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور پھر اُن کا ظاہر و باطن نرم ہو کر اللہ کی یاد کیطرف جھک جاتا ہے۔

اور سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ
قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔

(آل عمران)

وہ لوگ جن کا یہ حال ہے کہ اللہ کو (ہر وقت اور ہر حالت میں) یاد کرتے، اور یاد رکھتے ہیں، کھڑے، بیٹھے، اور بستروں پر لیٹے ہوئے بھی۔

53356

Marfat.com

اور سورۂ "مزّمّل" میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ - (مزّمّل)

اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو، اور سب سے یکسو ہوکے اسی کی طرف متوجہ رہو -

ان آیتوں میں جن اوصاف وکیفیات کو اہلِ ایمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے اور جن کا ان سے مطالبہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں :-

۱ - ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبّت ہو -

۲ - اُن کے دل کی یہ حالت ہو کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس میں خوف اور لرزش کی کیفیت پیدا ہو جائے -

۳ - ان کے سامنے جب آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی جائے تو اُن کے نورِ ایمان میں اضافہ ہو -

۴ - اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہوں، اور یہ توکل اور اعتماد علی اللہ ہی اُن کی زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہو -

۵ - وہ ہر دم اللہ کی ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہوں -

۶ - اللہ کا خوف اُن پر اتنا غالب ہو کہ نیکی کرتے وقت بھی اُن کے دل ڈرتے ہوں کہ معلوم نہیں ہماری یہ نیکی قابلِ قبول بھی ہوگی یا نہیں -

۷ - قرآن مجید کی تلاوت یا اس کی آیتیں سننے سے اُن کے جسم کانپ جاتے ہوں

Marfat.com

اور اُن کا ظاہر و باطن اللہ کی طرف، اور اُس کی یاد کی طرف جھک جاتا ہو۔

۸۔ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے ہوں، اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہ ہوتے ہوں۔

۹۔ ہر طرف سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ان کا حال ہو۔

اور قرآن مجید کے علاوہ حدیث کے مستند ذخیرہ میں بھی اس سے زیادہ صفائی اور صراحت کے ساتھ اس قسم کے احوال اور کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے مثلاً ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ اِسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

(مشکوٰۃ شریف)

جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ ہی کیلئے محبت کرے (جس سے محبت رکھے) اور اللہ ہی کیلئے بغض رکھے (جس سے بغض کرے) اور اللہ ہی کیلئے دے (جس کو جو کچھ بھی دے) اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ کی رضا ہی کے لئے ہاتھ روکے (جس کو بھی دینے سے ہاتھ روکے) تو اُس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

اسی طرح مشہور حدیث جبرئیل میں ایمان اور اسلام کی تکمیل کا نام احسان بتلایا گیا ہے، اور اس کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے:۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ

احسان کا مقام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اور بندگی

Marfat.com

تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ۔ (بخاری ومسلم)
وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنْ تَخْشَى اللّٰهَ مَكَانَ
اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ ۔ (فتح الباری)

اس طرح کرو (یا اس سے ہر دم اس طرح ڈرو) گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے پر وہ تو تم کو (ہر جگہ اور ہر آن) دیکھتا ہے۔

پہلی حدیث میں "اخلاص" کا ذکر ہے، اور دوسری حدیث میں "احسان" کا، اور یہ دونوں ان ہی احوال و کیفیات میں سے ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

دین میں ان احوال و کیفیات کی اس قدر اہمیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے حصول اور ان میں ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں فرماتے تھے ——— اس سلسلہ کی یہ چند دعائیں اس عاجز کے نزدیک خاص طور سے غور اور توجہ کے لائق ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ
مِنْ نَفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ
الْبَارِدِ ۔

اے اللہ! مجھے ایسا کر دے کہ تیری محبت مجھے اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال سے اور (سخت پیاس کے وقت) ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ
اِلَيَّ كُلِّهَا وَخَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَاءِ
عِنْدِيْ وَاقْطَعْ عَنِّيْ حَاجَاتِ
الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلٰى لِقَائِكَ
وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْيُنَ

اے اللہ! مجھے ایسا کر دے کہ ہر قابل محبت چیز سے زیادہ تیری محبت مجھے محبوب ہو، اور ڈرنے کے قابل ہر چیز سے زیادہ مجھے تیرا ڈر اور خوف ہو، اور اپنی ملاقات کا شوق میرے دل پر ایسا غالب کر دے کہ دنیا کی ساری حاجتیں مجھ سے کٹ جائیں، اور جب تو دنیا والوں کو

Marfat.com

أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَاَقْرِرْ عَيْنِيْ مِنْ عِبَادَتِكَ۔

ان کی چاہتی دنیا دیکھے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی کرے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی کر، اور اپنی عبادت کے ذریعہ میرے دل میں سکون اور ٹھنڈک پیدا کر۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَخْشَاكَ كَاَنِّيْ اَرَاكَ اَبَدًا حَتّٰى اَلْقَاكَ۔ الخ

اے اللہ! مجھے ایسا کردے کہ میں اس طرح تجھ سے ڈروں گویا ہر وقت تجھے دیکھ رہا ہوں، یہانتک کہ اسی حال میں تجھ سے جا ملوں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًا مِنَ الْمَعِيْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ۔

اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہوجائے، اور وہ سچا یقین مانگتا ہوں جس کے بعد میرے دل کو اس بات کا یقینی اور قطعی علم حاصل ہوجائے کہ مجھ پر صرف وہی حالت آسکتی ہے اور آئیگی جو تو نے میرے لئے لکھ دی ہے (یعنی یہ علم میرے دل کا حال ہوجائے) اور اس دنیا میں جس قسم کا گذارہ تو نے میرے لئے مقرر اور مقدر کردیا ہے میں اُس پر اپنے دل کی رضا تجھ سے مانگتا ہوں۔

Marfat.com

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ التَّوْفِيْقَ لِمَحَابِّكَ مِنَ الْاَعْمَالِ وَصِدْقَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَحُسْنَ ظَنٍّ بِكَ۔

اے اللہ! جو اعمال تجھے پسند ہیں ان کی توفیق تجھ سے مانگتا ہوں، اور سچے توکل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے ساتھ حسنِ ظن کی تجھ سے ہی استدعا کرتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ۔

اے اللہ! میں تجھ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جسے تجھ ہی سے اطمینان اور انس حاصل ہو، جسے تیری ملاقات پر سچا ایمان اور یقین نصیب ہو، جو تیری قضاء و قدر پر راضی ہو اور جو تیری دین پر قانع ہو۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِكْرِكَ۔

اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کیلئے کھول دے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ قُلُوْبًا اَوَّاهَةً مُّخْبِتَةً مُّنِيْبَةً فِیْ سَبِيْلِكَ۔

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے قلوب کا سوال کرتا ہوں جو نرم اور درد آشنا ہوں، ٹوٹے ہوئے ہوں، اور تیری طرف رجوع کرنے والے ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْيَتَكَ وَذِكْرَكَ وَاجْعَلْ

اے اللہ! میرے دل میں خطرے اور خیالات بھی بس تیرے خوف اور تیری یاد ہی کے آئیں، اور میری تمام تر توجہ

Marfat.com

هِمَّتِی وَهَوَایَ فِیْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

اور چاہت اُن ہی چیزوں کی طرف ہو جو تجھے محبوب ہوں اور جن سے تو راضی ہو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا... وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا... وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔

اے اللہ! میرے قلب میں نور بھر دے، اور مجھے نور عطا فرما دے ... ... اور مجھے سراپا نور بنا دے۔

یہ سب دعائیں (اور اس قسم کی اور بھی بیسوں دعائیں) کتب حدیث میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی ہیں، آپ خود بھی یہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے، اور امت کو ان دعاؤں کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے تھے۔

ان دعاؤں میں جن چیزوں کا سوال اللہ تعالیٰ سے کیا گیا ہے، وہ سب انسان کے باطن اور قلب کی خاص کیفیات ہیں، مثلاً ہر چیز سے زیادہ اللہ کی محبت، ہر چیز سے زیادہ اللہ کا خوف، اللہ سے شوقِ ملاقات کا ایسا غلبہ کہ دنیا کی ضروریات اور خواہشات فراموش یا فنا ہو جائیں، عبادت میں آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملنا، اللہ سے ہر دم اس طرح ڈرنا کہ گویا وہ اپنے جلال و جبروت کے ساتھ ہماری نگاہ کے سامنے ہے، یقین صادق، رضا بالقضا، توکل علی اللہ، حسنِ ظن باللہ، نفس کا اللہ تعالیٰ سے مطمئن اور مانوس ہونا، اور اُسکی عطا پر قانع ہونا، ذکر اللہ سے قلب کا اثر لینا، اُس کا دردآشنا اور ٹوٹا ہوا اور جھکا ہوا ہونا، اللہ سے قلب کا تعلق اس درجہ ہو جانا کہ اللہ کی یاد اور اس کا خوف، وساوس اور خطرات کی جگہ بھی لے لے، اور بندہ کا

Marfat.com

جی صرف انہی چیزوں کو چاہے جو اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہیں، نور سے قلب کا معمور ہو جانا۔

ظاہر ہے کہ ان چیزوں کا تعلق نہ عقائد کے باب سے ہے، نہ اعمال کے باب سے، بلکہ یہ سب قلبی کیفیات اور احوال ہیں، اور دین میں ان کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے ان کا سوال کرتے ہیں۔

پس تصوف دراصل اسی قسم کی چیزوں کی تحصیل کا ذریعہ ہے، اور اس کے خاص اعمال و اشغال (مثلاً صحبتِ شیخ، اور کثرتِ ذکر و فکر) کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کیفیات کے پیدا کرنے کی تدبیریں ہیں، ایسی تدبیریں جن کی تجربہ تصدیق کرتا ہے، اور صاف ذہن رکھنے والوں کیلئے ان کی نفسیاتی اور عقلی توجیہ بھی کچھ مشکل نہیں ہے[1]۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی غالباً ناظرین کے لئے مفید ہوگا، کہ مندرجۂ بالا آیات و احادیث اور دعاؤں سے جن قلبی کیفیات کا دین میں مطلوب و مقصود ہونا ابھی معلوم ہو چکا ہے، ان میں سے چند مثلاً عشق اور یقین اور قلب کی رقت اور سوز و گداز یہ تو اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں، اور باقی زیادہ تر ان کے نتائج اور لوازم ہیں، اسلئے تصوف کے ان اعمال و اشغال کے ذریعہ براہِ راست صرف ان بنیادی کیفیات ہی کو قلب میں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس کے بعد باقی چیزیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔

---

[1] عقلی توجیہ کے لئے "صراطِ مستقیم" (مرتبہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) کے چند ابتدائی اوراق کا مطالعہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ کسی درجہ میں کافی ہوگا۔ ۱۲

Marfat.com

یہ ہے وہ اصولی نظریہ جس پر تصوف کی بنیاد ہے، اور جس کی بنا پر اس کو دین کا تکمیلی شعبہ سمجھا جاتا ہے۔

یہ عاجز بلا کسی انکسار کے عرض کرتا ہے کہ اپنی کم ہمتی اور لاأبالی پن اور کچھ خاص حالات کی وجہ سے چونکہ میں اس سلسلہ کے تجربے کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکا، اسلئے خود تو ان کیفیات سے خالی اور محروم ہی ہوں، لیکن جو تھوڑی سی اور برائے نام توجہ کی جاسکی، اور اس راہ کے بعض کاملین کی خدمت میں کبھی کبھی حاضری کی جو توفیق اس سلسلہ میں ملتی رہی، اسی سے الحمدللہ یقین اور اطمینان حاصل ہو گیا کہ تصوف اور اس کے اعمال و اشغال کی غرض و غایت اور ان کی حقیقت کے متعلق اُن بزرگ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ صحیح ہے۔

---

(۲) اور دل و دماغ نے یہ بھی مان لیا کہ تصوف کے ذریعہ جن قلبی کیفیات اور ملکات کی تحصیل کی کوشش کی جاتی ہے، دین کی تکمیل اور ایمانی حلاوت کا حصول ان پر موقوف ہے۔

(۳) اس کا بھی یقین حاصل ہوا کہ تصوف ایمان و اسلام کی تکمیل کے علاوہ ایک خاص قسم کی رُوح اور طاقت پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے، اور اگر صلاحیت اور طبیعت کو مناسبت ہو تو یقین اور اعتماد، ہمت و عزیمت، صبر و توکل، اور ماسوی اللہ سے بے خوفی جیسے اوصاف (جو طاقت کا سرچشمہ ہیں) تصوف کے ذریعہ ان کو پیدا کیا جاسکتا ہے، اور اُبھارا جاسکتا ہے، اسی لئے تصوف کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت اور اس سے فائدہ اٹھانے کا سب سے بڑا حق میرے نزدیک اللہ کے اُن بندوں کو ہے جو بے دینی کی اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے طرز اور طریقے پر کسی بڑی

Marfat.com

اصلاحی تبدیلی کے لئے مصروفِ جدوجہد ہوں، اور مادہ پرستی کی فضا کو خدا پرستی کی فضا سے بدلنا چاہتے ہوں۔

(۴) تصوف سے دُوری اور بے خبری کے دور میں میری یہ رائے تھی کہ تصوف کا قالب ہم کو بدل دینا چاہئے، اور اس کی رُوح کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نئے سانچے میں اس کو ڈھال دینا چاہئے، لیکن بعد میں جب تصوف اور اس کے حاملین سے کچھ قرب پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ صورت اور قالب میں ترمیم اور تبدیلی کا عمل برابر جاری ہے، اور خود ہماری اس صدی میں بھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہ نے اپنے تجربے اور اجتہاد سے اس میں بہت کچھ تجدید و ترمیم کی ہے، اور زمانہ حاضر کے تقاضے کے مطابق اس کو بہت مختصر اور سائنٹفک کر دیا ہے، اور اب بھی یہ راہ کھلی ہوئی ہے، اور بلاشبہ سلوک میں تجدید کے اس سلسلہ کو برابر جاری رہنا چاہئے، لیکن اس کا اب پورا پورا یقین ہو گیا کہ یہ کام صرف وہی حضرات کر سکتے ہیں جو اس فن کے امام اور خود اس سمندر کے شناور ہوں، ورنہ اگر اس خدمت کی ذمہ داری میرے ایسے حضرات نے لے لی جنھوں نے نہ اس شعبہ کی تکمیل کی ہے، اور نہ اس کیساتھ ان کا گہرا عملی تعلق رہا ہے، تو اس کا بڑا امکان ہے کہ اخلاص اور ذہانت کے باوجود تصوف میں ان کی اصلاح و ترمیم خدانخواستہ اسی قسم کی ہو جیسی کسی روایتی بڑھیا نے شاہی باز کی مرمّت کی تھی۔

(۵) تصوف اور اہلِ تصوف سے قریب ہونے کے بعد جن چند باتوں کا یقین حاصل ہوا اُن میں سے ایک قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا اور کیسا ہی

Marfat.com

ذہین فطین ہو، تصوف سے صحیح واقفیت حاصل کرنے اور اس کے مالہ وماعلیہ کو علیٰ وجہ البصیرت جاننے کے لئے اس کو بھی اس کی ضرورت ہے کہ تصوف کی حامل کسی شخصیت کی صحبت، اور خدمت میں اس کا کچھ وقت گذرے، اور اس شعبہ کا عملی تجربہ حاصل کرنے پر بھی وہ زندگی کے کچھ دن صرف کرے، اس کے بغیر تصوف کو پوری طرح سمجھا اور جانا نہیں جا سکتا ــــــــ

جن صاحبِ ارشاد بزرگ کی خانقاہ میں اپنی حاضری کا ذکر گذشتہ صفحات میں راقم سطور کر چکا ہے، ایک موقع پر میرے ہی ایک سوال کے جواب میں موصوف نے اس حقیقت کو ان لفظوں میں ادا فرمایا تھا، کہ :۔

"گھر کے اندر کی چیزوں کا پورا علم تو گھر میں داخل ہو کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے"

الغرض تھوڑے سے ہی تجربے ارباب تصوف وسلوک کے اس مشہور مقولہ کی تصدیق حاصل ہو گئی، کہ "من لم یذق لم یدر" یعنی "لذت ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی"
کچھ دن ہوئے ایک بڑے اچھے ذی علم اور ذہین، صاحبِ قلم دوست کی ایک تحریر کے مطالعہ کا اتفاق ہوا تھا جس میں انھوں نے تصوف پر اظہارِ خیال فرمایا تھا، کم از کم ناچیز کو تو ایسا کچھ محسوس ہوا کہ کوئی بڑا ذہین بچہ کسی ایسے موضوع پر اظہارِ خیال کر رہا ہے جس کے مبادی سے بھی واقفیت حاصل کرنے کا اس کو موقع نہیں ملا ہے، مگر پھر بھی اسکی ذہانت قابلِ داد ہے۔

(۴) تصوف اور اس کے بعض حلقوں کے اس چند روزہ ہی قرب وتعلق سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ جس طرح دین کے دوسرے شعبوں کی طرف اچھی صلاحتیں رکھنے والے افراد فی زماننا بہت کم

Marfat.com

متوجہ ہوتے ہیں، مثلاً دیکھا جا رہا ہے کہ علمِ دین کے طالبوں اور علیٰ ہذا دین کی دعوت و خدمت کی طرف توجہ کرنے والوں میں بہت بڑی تعداد آج کل اُن ہی بے چاروں کی ہوتی ہے جو صلاحیتوں کے لحاظ سے بہت ادنیٰ اور پست درجہ کے ہوتے ہیں، بالکل یہی، بلکہ شاید دین کے دوسرے سب شعبوں سے زیادہ افسوسناک اور ابتر حال اس لحاظ سے دین کے اس شعبہ (تصوّف) کا بھی ہے ــــــ اِسوقت اُن "خانقاہوں" سے بحث نہیں، جو دراصل دھوکہ فریب کی دُکانیں ہیں، اور جہاں اولیاء اللہ کے نام پر شرک و بدعت کا کاروبار ہوتا ہے، اور نہ یہاں اُن نااہل موروثی سجادہ نشینوں اور پیشہ ور پیروں، صوفیوں کا ذکر ہے جو تصوّف کے نام اور بزرگوں کی نسبت کی تجارت کرتے ہیں، بلکہ جو واقعی مشائخِ حق اور صاحبِ ارشاد ہیں، اُن کے پاس بھی جو طالب بن کر اب آتے ہیں، دیکھا جاتا ہے کہ (شاذ و نادر مثالوں کو مستثنیٰ کر کے) دل و دماغ کی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہ بیچارے عموماً نیچی ہی سطح کے ہوتے ہیں، اور اگرچہ اپنے اخلاص اور اپنی صادق طلب اور محنت سے ان میں سے بھی بہت سے اس شعبہ کی کچھ برکتیں ضرور حاصل کر لیتے ہیں، لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ بیچارے خانقاہی فیضان و تربیت کا ایسا نمونہ تو نہیں بن سکتے ہیں جن کا حال اور قال خانقاہیت کی بدنامی اور تصوّف و رُوحانیت بیزاری کے اس دور میں دین کے اس شعبہ کی اہمیت اور افادیت تسلیم کرنے پر لوگوں کو مجبور کر دے۔

اصولی بات ہے کہ جو کام جتنا زیادہ بلند اور لطیف و نازک ہو اُس کے کرنیوالے بھی

Marfat.com

اُسی درجہ کے ہونے چاہئیں ــــــ موجودہ دور میں تصوف کی ناکامی اور بدنامی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ جو اس کے اہل ہیں وہ توجہ نہیں کرتے، اور جو بیچارے توجہ کرتے ہیں عموماً اُن کی صلاحیتیں معمولی ہوتی ہیں، لیکن دنیا اُن ہی کو پھل سمجھ کر اصل درخت کے متعلق رائے قائم کرتی ہے۔

(۷) اس موقع پر ایک چیز خود مشائخ کرام کے متعلق بھی ناظرین سے بے تکلف عرض کرنا ضروری ہے:۔

جس طرح دنیا میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کامیاب وکیل ہو وہ اچھا ڈاکٹر بھی ہو، اور جو بالغ النظر فلسفی ہو وہ سیاسیات یا معاشیات کا ماہر بھی ہو، اور جو ماہرِ فن انجینیر ہو وہ اچھا ادیب اور شاعر بھی ہو۔ بعینہ یہی حال دین کے مختلف شعبوں کا بھی ہے، بالکل ضروری نہیں ہے کہ جو شخص وسیع النظر عالم اور بلند پایہ محدث یا فقیہ ہو وہ تصوف میں بھی خاص دستگاہ رکھتا ہو، یا جو صاحبِ قلب صوفی اور عارف ہو وہ اسلامی قانون کا ماہر بھی ہو، اور عہدِ حاضر کے اہم مسائل کے بارہ میں دینی نقطۂ نظر سے صحیح رائے قائم کرنے والی مجتہدانہ فکر و بصیرت بھی رکھتا ہو ــــــ بلکہ حقائق اور واقعات کی اس دنیا میں پہلے بھی اکثر ایسا ہی ہوا ہے، اور ہمارے اس زمانہ میں تو قریباً ۹۰، ۹۵ فی صدی ایسا ہی ہے کہ جو کسی ایک شعبہ میں ماہر اور کامل ہوتا ہے وہ دوسرے شعبوں میں اکثر خام ہی ہوتا ہے، اِسلئے اس زمانہ میں ایسے لوگ اکثر مایوس اور محروم ہی رہتے ہیں جو صرف کسی ایسے ہی شخص سے استفادہ کرنا چاہتے ہوں جو اُن کے مفروضہ معیار

Marfat.com

کے مطابق ہر جہت سے کامل مکمل ہو۔

یاد آتا ہے راقم سطور نے اپنے ایک محترم دوست سے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ایک دفعہ عرض کیا تھا:۔

"آپ ماضی اور حال کے ایسے متعدد حضرات سے یقیناً واقف ہیں جن کی زندگی آپ کی نظر میں دین اور تقوے کا کوئی اچھا اور قابلِ تقلید نمونہ نہیں ہے، اور بالخصوص اخلاص واحسان اور توکل وتسلیم جیسی اعلیٰ ایمانی صفات وکیفیات میں آپ کے نزدیک ان حضرات کا کوئی بھی خاص یا عام مقام نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کا علم وفکر اور ان کی خداداد ذہانت اور بصیرت آپ کے خیال میں قابلِ استفادہ ہے، اور ہم آپ ان کی چیزوں سے برابر استفادہ کرتے ہیں، اور اُن لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو صرف اِسلئے اُنکی علمی اور تحقیقی کوششوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے کہ وہ ان کی نیک خواہش کے مطابق کوئی بڑے بزرگ اور صوفی قسم کے آدمی نہیں ہیں ——
اسی طرح ہم اللہ کے کچھ بندوں کو ایسا پاتے ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی میں تصوف اور سلوک پر زیادہ توجہ دی اور کسی شیخ کامل کی رہنمائی اور نگرانی میں اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا

Marfat.com

بڑا حصّہ اس شعبہ کی تحصیل اور تکمیل پر صرف کیا، اور اسلئے اس میں انھیں اختصاص اور امتیاز کا مقام حاصل ہوگیا، لیکن کسی دوسرے شعبے میں، مثلاً علم وفکر ہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ انھیں کوئی خاص بلندی حاصل نہیں ہے، اور اسلئے دین کی بعض ضرورتوں کو جن کو ہم بہت اہم سمجھتے ہیں، وہ اچھی طرح محسوس بھی نہیں کرتے، اور ملت کے مشکل اور اہم اجتماعی مسائل میں وہ بہتر رہنمائی نہیں کرسکتے، یا فرض کیجئے کہ مطالعہ یا غور وتوجہ کی کمی کی وجہ سے وہ وقت کے بہت سے اہم معاملات کو صحیح طور پر سمجھتے بھی نہیں، تو ان خامیوں کو دیکھ کر اُنکے اس کمال کی بھی نفی کرنا جو واقع میں اُن کو حاصل ہے، اور اپنی احتیاج کے باوجود اس شعبہ میں بھی ان سے ہمارا استفادہ نہ کرنا اُن ہی لوگوں کی جیسی عامیانہ غلطی ہے جن کو تنگ نظری اور تاریک خیالی کا مریض سمجھا جاتا ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ جی تو اپنا بھی یہی چاہتا ہے، اور ہر اچھا بھلا آدمی یہی چاہے گا کہ جو شیخِ خانقاہ اور عارفِ حق آگاہ ہو وہ بلند پایہ مفسر ومحدث اور بالغ النظر فقیہ ومجتہد بھی ہو، بلکہ ساتھ ہی ملت کی قیادت اور امامتِ کبریٰ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی بھی پوری صلاحیتیں رکھتا ہو، اور اسی طرح جو اچھی نظر وفکر رکھنے والا عالم دین ہو وہ اسلامی شریعت وقانون میں

Marfat.com

مہارت رکھنے کے علاوہ وہ امت کی قیادت اور حکومت کے نظام کو چلانے کی اعلیٰ صلاحیت بھی رکھتا ہو، اور مزید براں اپنے قلب و باطن کے لحاظ سے اپنے دور کا جنیدؒ و بایزیدؒ بھی ہو — لیکن یہ تو صرف ہمارے جی کی چاہت اور ایک خوشگوار تمنا ہوئی — اور یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں وہ خیالات اور تمناؤں کی دنیا نہیں ہے، بلکہ حقائق و واقعات کی دنیا ہے، اور عملی آدمی کو اپنا طرزِ عمل واقعات ہی کی اس دنیا کو سامنے رکھ کر معین کرنا چاہیئے۔

جن صاحبِ خانقاہ بزرگ کی خدمت میں اپنی حاضری کا ذکر راقم سطور نے گذشتہ صفحات میں کیا ہے، اُن ہی کی زبان سے کئی بار یہ حکیمانہ ارشاد سنا ہے:۔

"یہ وہ زمانہ نہیں ہے کہ کسی ایک ہی دُکان پر سب سودے اچھے مل سکیں، اِسلئے جو سودا جس دُکان پر اچھا ملے اُس کیلئے آدمی کو اُسی دُکان پر جانا چاہیئے"

یہاں تک جو کچھ عرض کیا اس میں راقم کا روئے سخن تصوف کے مخلص ناقدین اور منکرین کی طرف تھا، اب اپنے تجربہ ہی کے چند نتیجے اور چند تاثرات تصوف کے حاملوں اور حامیوں سے بھی عرض کرتے ہیں۔

(۸) تصوف کے مقصد اور اس کی حیثیت کے متعلق جو کچھ پہلے عرض کیا ہے اگرچہ خود اپنے کو بحمد اللہ اس میں شک نہیں رہا ہے کہ اصلیت وہی ہے، لیکن بعض مشائخِ حق اور ان کی خانقاہوں سے طلب اور عقیدت کا تعلق رکھنے والوں میں بھی بہت سے ایسے لوگ

Marfat.com

ملتے ہیں جن کا ذہن اس بارہ میں صاف نہیں ہوتا، اور وہ طرح طرح کی غلط خیالیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، مثلاً تصوف کے جن اعمال و اشغال کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بعض کیفیات پیدا کرنے کا وہ ذریعہ اور وسیلہ ہیں، خانقاہی حلقوں میں بکثرت ایسے لوگ ملتے ہیں جو ان اعمال و اشغال ہی کو گویا اصل سلوک سمجھتے ہیں، اسی طرح ان اعمال و اشغال اور اذکار کے بعض وہ آثار جن کے متعلق تمام مشائخ محققین یہ فرماتے ہیں کہ:-

"ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طرح کے "اوہام و خیالات" ہیں۔"

تصوف کے ہمارے حلقوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے حضرات ان ہی کی طلب میں الجھے ہوئے ملتے ہیں، اسی طرح اور بھی بہت سی غلطیاں اور الجھنیں ہیں جن میں خانقاہی طالبین بکثرت مبتلا ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے بعض بزرگ ذہنوں کی صفائی کی طرف پوری توجہ نہیں فرماتے، حالانکہ یہ بڑے اہم درجہ کی ضرورت ہے، اور اس ناچیز کا خیال ہے کہ سلوک و طریقت کے جن حلقوں میں پہلے کبھی گمراہیوں نے جگہ پائی ہے، وہ بعض ایسے بزرگوں کی اسی قسم کی بے توجہی کا نتیجہ ہے، جو خود ہمارے نزدیک ان گمراہیوں میں مبتلا نہ تھے ——— تصوف کی ساخت ہی کچھ ایسی ہے کہ مشائخ اگر پوری طرح چوکنے نہ رہیں اور اپنے طالبین اور معتقدین کے ذہنوں کی صفائی اور خیالات کی اصلاح کی فکر نہ رکھیں تو شیطان کی گمراہ کرنے والی کوششیں اس حلقے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتی ہیں، بہرحال ہمارے بزرگوں کو اس خطرے سے غفلت نہیں برتنی چاہئے، اور اذہان و خیالات کی

Marfat.com

صفائی اور اصلاح کو ذکر شغل سے بھی مقدم سمجھنا چاہئے۔

(۹) ائمۂ تصوف امام ربانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ وغیرہ نے اس پر بڑا زور دیا ہے، کہ طالب کو پہلے ضروری عقائد کی تصحیح اور بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کرنا چاہئے، اور اس کو شیخ کے فرائض میں گردانا ہے، کہ وہ اگر طالب اور مرید میں یہ کمی دیکھے تو اُس کو اس طرف متوجہ کرے، لیکن بعض مشائخ کے یہاں اس ذمہ داری کے احساس اور اس کے عملی اہتمام میں بہت کمی دیکھنے میں آئی، بہت سے بیچارے سیدھے سادے ایسے بندے بھی ان کی خدمت میں بیعت کے لئے آتے ہیں جن کی باتوں سے اور جن کے ظاہری حال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان بیچاروں کو دین کی وہ ضروری اور بنیادی باتیں بھی معلوم نہیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہئیں، اور بہت واضح اندازہ اس بات کا ہوتا ہے کہ غالباً ان کو صحیح نماز پڑھنا بھی نہ آتا ہوگا، لیکن کبھی دیکھا گیا ہے کہ ایسوں کو بھی مشائخ کے عام طریقے پر تجدیدِ ایمان اور توبہ کراکے بس بیعت کرلیا گیا، اور پڑھنے کے لئے کوئی تسبیح اُن کو بتا دی گئی، اور بقدرِ ضرورت دین سیکھنے کی طرف نہ کوئی توجہ دلائی گئی، اور نہ اس کا کوئی انتظام فرمایا گیا، حالانکہ ان حضرات کے لئے یہ بہت آسان ہے کہ ایسے جو لوگ بھی ان کے پاس آئیں اُن کو دو چار دن کے لئے روک کے اُن کی ضروری تعلیم (عقائد اور نماز کی تصحیح وغیرہ) کسی خادم کے سپرد کردی جائے، جیسا کہ نئے آنے والوں کے متعلق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دستور تھا۔

ممکن ہے کہ ان بزرگوں کی اس بے توجہی کا سبب یہ ہو کہ ان آنے والوں کی اس دعو

Marfat.com

جہالت اور دین کی بنیادی چیزوں سے بھی اتنی ناواقفیت کا ان حضرات کو اندازہ نہ ہوتا ہو، لیکن عرض یہی کرنا ہے کہ اس طرف ان حضرات کی توجہ کا مبذول نہ ہونا اور اس پہلو پر نظر نہ کرنا ان کے ذمہ دارانہ منصب کے شایان شان نہیں۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔

(۱۰) تصوف کی تاریخ پر جن حضرات کی نظر ہے اُن سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ مختلف زمانوں میں اس راہ سے کیسی کیسی گمراہیاں امت میں داخل ہوئی ہیں، اور آج بھی اپنے کو تصوف وصوفیہ کی طرف منسوب کرنے والے حلقوں میں کتنی بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کے تصورات اور اعمال، اسلام اور توحید کی بہ نسبت کفر اور شرک سے زیادہ قریب ہیں۔ اللہ نے جنہیں واقفیت اور بصیرت دی ہے وہ جانتے ہیں کہ خانقاہی حلقوں میں اس قسم کی گمراہیاں زیادہ تر بزرگوں کے ساتھ عقیدت اور خوش اعتقادی میں غلو اور تعظیم میں افراط سے پیدا ہوتی ہیں، اسلئے شریعت وسنّت کے حامل، اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے والے مشائخ حق کا خاص الخاص فریضہ ہے کہ وہ اپنے سے تعلق ومحبّت رکھنے والوں کو اعتقادی اور عملی غلو اور افراط کی اس بیماری سے محفوظ رکھنے کی طرف ہمیشہ پوری بیداری کے ساتھ متوجہ رہیں اور اس معاملہ میں ہرگز تساہل سے کام نہ لیں ——— رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوۂ حسنہ ہمارے بزرگوں کے سامنے رہنا چاہیئے۔

حدیث میں ہے، کہ ایک دفعہ کسی صحابیؓ کی زبان سے نکل گیا "ما شاء اللہ وشئت" (یعنی جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کو سخت تنبیہ کی،

Marfat.com

اور فرمایا :۔

جعلتنی للہ ندًا بل ما شاء اللہ وحدہٗ ۔ | تو نے مجھے اللہ کے برابر بنا دیا، بلکہ یہ کہو "جو تنہا خدا چاہے"

ایسے ہی ایک اور موقع پر بعض صحابہؓ کو تنبیہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :۔

لا یستھوینکم الشیطان انا محمد بن عبد اللہ عبد اللہ ورسولہ ما احب ان ترفعونی فوق منزلتی التی انزلنی اللہ ۔ | لوگو! تمھیں شیطان گمراہ نہ کرے اور تم اُس کے بھکائے بھک نہ جاؤ، میں عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں اللہ کا بندہ اور بس اُس کا رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس درجہ سے اوپر اٹھاؤ جہاں خدا نے مجھے رکھا ہے ۔

اس بارہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی نظر کتنی باریک بیں تھی، اور آپ کس قدر محتاط تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے جو صحاح میں مروی ہے، کہ جس روز آپ کے صاحبزادے "ابراہیم" (علی ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی وفات ہوئی، اتفاق سے اُسی روز سورج کو گہن لگ گیا، اور آپ کو شبہ ہوا کہ لوگ کہیں اس غلط خیالی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ سورج کو یہ گہن بیتِ نبوئی کے اس حادثہ کی وجہ سے لگا ہے، تو آپ نے اُسی وقت اعلان کرا کے لوگوں کو مسجد میں جمع کرایا، اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد اعلان فرمایا :۔

ان الشمس والقمر | چاند اور سورج اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے

Marfat.com

آیتان من آیات اللہ
لا ینکسفان لموت احد
ولا لحیاتہ ۔ الخ

دو نشان ہیں، کسی کی موت وحیات سے ان کو
گہن نہیں لگتا (بلکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے
حساب کے مطابق اور اُس کے حکم سے ایسا ہوتا ہوا)

اور چونکہ امت کے تمام طبقوں میں صرف مشائخ ہی کا طبقہ ایسا ہے جس کے ساتھ عقیدت میں لوگوں کو اس قسم کا غلو ہو سکتا ہے، اور ہوتا ہے، اسلئے ان حضرات کا یہ خاص الخاص فریضہ ہے، کہ اس بارہ میں اپنی ذمہ داری اور مسئولیت ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں ۔

Marfat.com

(۳)

تصوّف اور اُسکے اعمال و اشغال کے متعلّق

بعض شبہات

"یہاں تک جو کچھ لکھا گیا، جب "الفرقان" کے صفحات میں یہ شائع ہوا، تو بعض دوستوں کی طرف سے کچھ سوالات اس سلسلہ میں کئے گئے، اور الفرقان ہی میں اس عاجز نے اُن کے جوابات دیئے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن جوابات کو بھی اس کتابچہ کا جزو بنا دیا جائے" (مؤلف)

۱۔ ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے، کہ :-

"تصوّف کی جو اہمیت آپ کے اس مقالہ سے ظاہر ہوتی ہے اگر واقعۃً اس کی اتنی ہی اہمیت ہے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے متعلق اور اس کے اعمال و اشغال

Marfat.com

سے متعلق صریح احکام کیوں نہیں دیئے؟ یہ بات بالکل
سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی چیز دین میں اس قدر ضروری ہو
کہ ایمان و اسلام کی تکمیل اُس پر موقوف ہو اور رسُول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُمّت کو اُس کی تعلیم نہ دی ہو"

معلوم ہوتا ہے ان صاحب نے میرے مقالہ کو بالکل غور سے نہیں پڑھا، میں نے جو کچھ اس میں لکھا ہے اُس کا تو حاصل ہی یہ ہے کہ تصوّف کا جو مقصود ہے اور جو اس کی غایت اور غرض ہے (یعنی اللہ کی محبت وخشیت اور یقین واستحضار اور اخلاص واحسان جیسی کیفیات کا حاصل کرنا) سو اس کی تو دین میں اہمیت ہے، اور یقیناً ایمان واسلام کی تکمیل اس پر موقوف ہے اور بلاشبہ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوری صراحت اور وضاحت کیساتھ اُمّت کو اس کی تعلیم اور ترغیب بھی دی ہے، کتاب وسنّت کے جو نصوص اس سلسلہ میں پہلے لکھے جاچکے ہیں، وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی سے زائد ہیں ——— رہے اس کے خاص اعمال واشغال (مثلاً اذکار ومراقبات وغیرہ) تو میں بہ صراحت لکھ چکا ہوں، کہ یہ اُس کے صرف وسائل اور ذرائع ہیں، اور اس قسم کے ذرائع اور وسائل کے متعلق نبوی طریقِ تعلیم اور اصولِ تشریع کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی تصریح اور تعیین نہ کی جائے، تاکہ ہر زمانہ کے حالات کے مطابق جو جائز ذرائع اور وسائل مناسب سمجھے جائیں اُنھیں اختیار کیا جاسکے، اور اس میں تصوّف کی کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ دین کے دوسرے شعبوں کا حال بھی یہی ہے، ——— غور فرمایا جائے دین کا سیکھنا سکھانا دین کے بنیادی فرائض میں ہے، لیکن

Marfat.com

کتاب وسنت میں اس کے طریقے کی بھی کوئی تعیین نہیں کی گئی۔

اسی طرح قرآن مجید کی حفاظت اور اشاعت اُمّت کا کتنا اہم فریضہ ہے، لیکن رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے متعلق بھی یہ نہیں بتلایا کہ تم اس کیلئے فلاں فلاں طریقے اختیار کرنا، حتیٰ کہ جب عہدِ صدیقیؓ میں یمامہ کی جنگ میں چارسو حافظِ قرآن صحابہؓ شہید ہوگئے، تو سب سے پہلے حضرت عمر (رضی اللہ عنہٗ) کو یہ خیال ہوا کہ سینوں میں محفوظ کرنے کے علاوہ ہمیں قرآن کو سفینوں میں محفوظ کرنے کا بھی انتظام کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں خاص اہتمام اور ذمہ داری سے ایک سرکاری نسخہ بھی تیار ہونا چاہئے، چنانچہ انھوں نے اپنی یہ تجویز حضرت ابوبکر صدّیق (رضی اللہ عنہٗ) کے سامنے پیش کی، حضرت صدیقؓ کو ابتداءً اس کے ماننے میں تامل ہوا، اور انھوں نے یہی فرمایا، کہ جس چیز کو رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ تو خود کیا، اور نہ ہمیں اس کا حکم دیا، اس کو ہم کیوں کریں، لیکن حضرت عمرؓ کے دلائل سے بالآخر وہ مطمئن ہوگئے، اور پھر اُن ہی کے حکم سے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی خاص نگرانی میں یہ کام انجام پایا ـــــــ پھر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہٗ) نے اس سلسلے میں ایک اور قدم اُٹھایا، کہ اپنے خاص اہتمام سے اور اپنی نگرانی میں اس مصحف کی نقلیں کرا کر تمام بلادِ اسلامیہ میں روانہ کیں، اور اُس وقت سے لیکر اب تک قرآن مجید کی حفاظت واشاعت، تعلیم وتبلیغ، اور ترجمہ وتفسیر کے سلسلہ میں خدمتِ قرآن کے کتنے ہی نئے نئے قدم اُٹھائے جاچکے ہیں۔

پس یہ خیال کہ جو چیز دین میں اہم ہو، اُس کے ذرائع اور وسائل کی تصریح اور تعیین بھی

Marfat.com

کتاب وسنّت میں ہونی چاہئے، اور اُمّت کی قیامت تک کی دینی ضروریات کے متعلق تفصیلی اور جزئی ہدایات ہمیں تصریح اور تعیین کے ساتھ کتاب وسنّت میں ملنی چاہئیں، بہت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے، اور انبیاء علیہم السلام کے طریقِ تعلیم اور اصولِ تشریع سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔

۲۔ ایک صاحب نے دریافت کیا ہے، کہ:۔

"اللہ کی محبت وخشیت اور اخلاص واحسان وغیرہ ایمانی کیفیات پیدا کرنے کے لئے تصوف میں جن اعمال واشغال (مثلاً صحبتِ شیخ اور اذکار ومراقبات وغیرہ) پر زور دیا جاتا ہے، کیا کتاب وسنّت میں کہیں اس کا اشارہ ملتا ہے، کہ ان چیزوں سے یہ کیفیات پیدا ہوسکتی ہیں؟"

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگرچہ واقعہ یہی ہے کہ اس عاجز کے نزدیک صحبت اور ذکر وفکر کا قلب پر اثر انداز ہونا کتاب وسنت سے اشارۃً ہی نہیں بلکہ صراحۃً بھی معلوم اور ثابت ہے[1]، لیکن اگر بالفرض کتاب وسنّت میں اس کا کوئی اشارہ بھی نہ ہو تب بھی اصل مدعا یہ

---

[1] حدیث میں ہے کہ حضرت حنظلہ صحابیؓ اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اپنا حال یہ پاتے تھے کہ جب تک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت اور مجلس میں رہتے، دل کی یہ کیفیت رہتی کہ ایک لمحہ کے لئے غفلت نہ ہوتی، اور

(بقیہ ص۴۷ پر)

Marfat.com

کوئی اثر نہیں پڑتا ـــــ جب اسلام کی تیرہ سو سال کی تاریخ میں اللہ کے لاکھوں صالح بندے اپنا یہ تجربہ بیان کر رہے ہیں کہ ان اعمالِ صالحہ سے یہ کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں، تو اُن کی اس تاثیر اور افادیت کو ہمیں مان لینا چاہئے۔

میرے جن دوست نے یہ سوال کیا ہے، وہ "صالح لٹریچر" کے ذریعہ اصلاح پر بہت یقین رکھتے ہیں (مجھے بھی اس سے انکار نہیں ہے) لیکن وہ سوچیں، کیا کبھی اُن کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہے، کہ اُن کے "صالح لٹریچر" کی اس تاثیر کے متعلق کوئی اشارہ کتاب و سنت میں موجود ہے؟ ۔ میرا خیال ہے کہ اُن کے دل میں کبھی بھی یہ سوال پیدا نہ ہوا ہو گا، کیونکہ وہ اپنے ذاتی علم و تجربے سے، اور اپنے جیسے بہت سے لوگوں کے تجربے سے اس بارہ میں مطمئن ہیں۔ عجیب بات ہے کہ اپنی چیزوں اور اپنے تجربوں کے ساتھ تو ہمارا طرزِ عمل یہ ہے، لیکن

(صہ ۴۶ کا بقیہ حاشیہ) غیب گویا شہود ہو جاتا، لیکن جب اپنے گھروں پر ہوتے تو یہ کیفیت نہ ہوتی ـــــ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبر میں دفن کر کے ہم نے مٹی سے ہاتھ جھاڑے ہی تھے، کہ ہمیں اپنے قلوب بدلے ہوئے نظر آئے، یعنی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس عالم سے عالمِ برزخ میں منتقل ہو جانے سے ہمارے قلوب کی حالت میں محسوس فرق پڑا۔ ان دونوں روایتوں سے صحبت کا قلبی کیفیات میں مؤثر ہونا صاف طور سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ذکر کی تاثیر کے لئے قرآن مجید کی آیت: "ولذکر اللہ اکبر" صریح شاہد ہے، جس سیاق میں یہ آیت وارد ہے اُس پر غور فرمایا جائے، اور فکر و مراقبہ بھی ذکر ہی کی ایک خاص اور زیادہ گہری شکل ہے۔ ۱۲

Marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ، سری سقطیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، شاہ ولی اللہؒ، سید احمد شہیدؒ، جیسے ہزاروں بندگانِ خدا کا اجماعی اور اتفاقی تجربہ بھی ہمارے لئے موجبِ اطمینان نہیں۔

۳۔ ایک صاحب نے ذکر میں جہر اور ضرب سے اپنا سخت طبعی انقباض ظاہر کیا ہے، اور یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ

"اس میں ریاکاری کا شبہ ہوتا ہے، اور آج کل کے اکثر سنجیدہ حضرات اس کو ریاکاری ہی سمجھتے ہیں"

جہری اور ضربی ذکر سے طبعی انقباض تو ایک ذوقی اور طبعی چیز ہے، اسلئے اس کے بارہ میں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طبیعتیں اور اُن کے ذوق بہت مختلف بنائے ہیں، بعض طبیعتیں وہ بھی ہیں جنھیں جہری اور ضربی ذکر ہی سے انس اور سکون حاصل ہوتا ہے، اسی لئے مشائخ محققین طبیعتوں کے رُخ اور اُنکی مناسبتوں کو دیکھ کر جہری یا سری ذکر، یا دوسرے اشغال اُن کے لئے تجویز کرتے ہیں، لیکن ذکر بالجہر کے بارہ میں ریاکاری کا جو شبہ ظاہر کیا گیا ہے یہ میرے نزدیک بالکل بے سوچی سمجھی بات ہے، اس زمانہ میں جبکہ بقول انھیں صاحب کے سنجیدہ آدمی ذکر بالجہر کو ریاکاری سمجھتے ہیں، اپنا اندازہ یہی ہے کہ کسی کو بالجہر ذکر کرتا دیکھ کر لوگ اس کے معتقد نہیں ہوتے، بلکہ بہت سے آدمی تو اس کو کم عقل یا مکار اور ریاکار سمجھتے ہیں، پس ایسی حالت میں

Marfat.com

ری ذکر میں ریاکاری کا امکان فی زمانہ بہت کم ہے، بلکہ اپنا تجربہ تو یہ ہے کہ آج کل کے
ل میں ذکر بالجہر اکثر ریاشکنی کا ذریعہ ہوجاتا ہے، اور دفع خطرات و وساوس میں
ر بالجہر کی تاثیر اہلِ تجربہ کے نزدیک بالکل مسلّم ہے۔

اس سلسلہ میں اتنی بات یہاں اور قابلِ ذکر ہے کہ ذکر میں جہر اور ضرب کے جو
یقے تصوّف کے بعض سلاسل میں معمول ہیں، فنِ طب اور علم النفس کی روشنی میں انکی
ادیت اور تاثیر بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، یہ عاجز تو تصوّف کے اکثر اشغال
متعلق یہی سمجھتا ہے کہ بعض کیفیات اور تاثرات اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے
سب ایک طرح کی طبّی اور نفسیاتی تدبیریں ہیں۔

۴۔ ایک صاحب فرماتے ہیں، کہ:۔

"تم نے اپنے مقالہ میں مقامات اور لطائف پر کوئی روشنی
نہیں ڈالی، حالانکہ یہ تصوّف کے وہ عناصر ہیں جنھیں سمجھے
سمجھائے بغیر تصوّف کو نہیں سمجھا جا سکتا۔"

جواباً گذارش ہے کہ اس عاجز کے نزدیک لطائف و مقامات کو کوئی مقصدی اہمیت
اصل نہیں، اور اس راہ کے جن بزرگوں کی خدمت میں حاضری اور اُن کے ارشادات
سننے کی سعادت راقم کو نصیب ہوتی رہی ہے اُن سب سے بھی ہمیشہ یہی سنا کہ یہ لطائف وغیرہ
ستہ چلنے والوں کے اپنے محسوسات اور ملاحظات ہیں، نہ یہ خود مقصود ہیں نہ مقصود کیلئے ذریعہ،

Marfat.com

اور اسلئے ان کو اہمیت دینا نہ صرف یہ کہ غیر صحیح ہے، بلکہ اصل مقصد کیلئے مضر بھی ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ ان چیزوں میں ہر راہرو کا ادراک یکساں ہی ہو، بلکہ بعض اکابر سے سنا کہ اللہ کے بہت سے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو سُلوک کی راہ میں اللہ تعالیٰ کی عنایت و توفیق سے بہت تیزی سے ترقی کرتے ہیں، اور سُلوک و تصوّف کا جو اصل مقصد ہے وہ اُن کو بفضلہ تعالیٰ نصیب ہوجاتا ہے، اور آخر تک اُنھیں کسی لطیفہ اور کسی مقام کا بھی ادراک اور احساس نہیں ہوتا۔

اس عاجز کو اس دور کے جن اکابرِ سلوک سے شرفِ نیاز حاصل ہوا، اُن سب کو اس پر متفق پایا کہ خاصکر اس زمانہ کے لئے یہی اجمالی سلوک زیادہ مناسب ہے، اور محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کا سلوک بھی اجمالی ہی تھا۔

۵۔ ایک صاحب نے فرمایا، کہ:۔

"ہم بہت سے آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ برسوں خانقاہوں میں رہتے اور وہاں ذکر شغل کرنے کے باوجود اُن میں وہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں جن کے لئے تصوّف اور خانقاہیت کی ضرورت بتلائی جاتی ہے"

بلاشبہ یہ بات بڑی حد تک صحیح ہے، لیکن انصاف فرمایا جائے یہ حال اب صرف خانقاہوں ہی کا نہیں ہے، بلکہ ہمارے دینی مدرسوں اور دوسرے تمام دینی و اصلاحی

Marfat.com

سلسلوں کا حال بھی اس وقت یہی ہے کہ سیکڑوں میں دس بیس مشکل سے نکلتے ہیں، تو کیا ان سب کو غلط اور فضول قرار دے کر ایک دم ختم کر دینا صحیح طرزِ عمل ہو سکتا ہے؟ صحیح طریقِ کار ان حالات میں یہ ہے کہ ہر سلسلہ اور ہر ادارہ کو زیادہ مفید اور کارآمد بنانے کی ہر ممکن کوشش اور تدبیر کی جائے، اور اس میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے، لیکن نتائج میں کمی اور نقص دیکھ کر اس کو سرے سے ختم کر دینے اور فضول قرار دینے کا فیصلہ نہ کیا جائے، جن ناسازگار حالات میں اور جس انتہائی درجہ کے فساد اور سخت مادہ پرستانہ ماحول میں ہمارے ان دینی اداروں کو کام کرنا پڑ رہا ہے اُن میں دس پانچ فی صدی کامیابی بھی ہرگز ناکامی نہیں ہے۔

۶۔ ایک صاحب نے فرمایا، کہ:۔

"صوفیوں کے طرزِ عمل سے جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ تو یہ ہے کہ تصوّف دراصل "رہبانیت" اور گوشہ نشینی کا نام ہے، اور اس کی تائید کرنا دراصل اسلام میں رہبانیت کو داخل کرنا ہے۔"

میرے نزدیک یہ بھی اُن ہی باتوں میں سے ہے جو اس سلسلہ میں بے سوچے سمجھے کی جاتی ہیں، اصل حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں دراصل خود اُن کے دل میں تصوف کے ایک غلط معنی بیٹھے ہوئے ہیں، اور وہ اپنی اسی غلط فہمی کی بناء پر صوفی

Marfat.com

صرف اُن ہی لوگوں کو سمجھتے ہیں جو رہبانیت پسند اور گوشہ گیر ہیں، اور پھر اپنے اسی تصوّر کی بنیاد پر وہ یہ کہتے ہیں کہ تصوّف رہبانیت کا نام ہے اور ہر صوفی "راہب" ہی ہوتا ہے ——— اگر یہ حضرات خود اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے، اور تصوّف کیلئے رہبانیت اور گوشہ گیری کو ضروری نہ سمجھتے، تو اس دور میں بھی ایسے بہت سے بندگانِ خدا دیکھ سکتے تھے جو بحمداللہ سچے صوفی بھی ہیں اور مردِ میدان بھی، مگر بات وہی ہے کہ جو گوشہ گیر نہ ہو، یہ بیچارے اپنی کم نگاہی سے اُس کو صوفی مان ہی نہیں سکتے، اس کا علاج تو خود اپنے علم اور تصوّر کی تصحیح سے ہی ہو سکتا ہے۔

---

۷ ۔ مقالہ کے ابتدائی حصے میں جن بزرگ کی خدمت میں حاضری، اور تصوّف کے متعلق اُن سے اپنی گفتگو کا اس عاجز نے ذکر کیا ہے، بعض حضرات کا شدید اصرار ہے کہ اُن کا اسمِ گرامی ظاہر کیا جائے، اسلئے عرض کرتا ہوں کہ میرے وہ محسن اور مخدوم بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری مدظلہٗ ہیں۔

آخری بات :۔ آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ ناچیز صرف اُس تصوّف کا قائل اور حامی ہے جس کا ذکر اس مقالہ میں کیا گیا ہے، اور یہی اہلِ حق کا تصوّف ہے، باقی اس نام سے سیکڑوں خانقاہوں میں شرک و بدعت کا جو کاروبار ہوتا ہے، اللہ نے اپنے جس بندے کو بھی ایمانی بصیرت کا کوئی ذرّہ نصیب فرمایا ہو وہ یقیناً اُس سے بیزار ہوگا۔

Marfat.com

(۴)

تصوّف اور اُسکے اعمال و اشغال کے مُتعلّق

بعض شکوک و شبہات کا جواب

(از۔ جناب مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوّف اور اس کے اعمال و اشغال کے متعلق جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، اُن کی حسب ذیل دو بڑی قسمیں کیجا سکتی ہیں :۔

۱۔ پہلی قسم ان شکوک و شبہات کی ہے جو رسمی خانقاہوں اور رسمی سجادہ نشینوں کو دیکھ کر، یا اُن کے ہفوات سُن کر پیدا ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ جس شخص کو کتاب و سنّت کی ادنیٰ واقفیت بھی ہے، وہ معمولی غور و فکر کے بعد سمجھ لے گا کہ یہ سب فریب ہے، اور حقیقت اس سے بہت دُور ہے۔

۲۔ دوسری قسم اُن شکوک و شبہات کی ہے جو علمی طور پر پیش آتے ہیں، اس قسم کے

Marfat.com

شبہات زیادہ تر اُن لوگوں کے دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں جن کو نہ محققین صوفیہ کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے، اور نہ اپنے زمانہ کے محققین سے سابقہ پڑا ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوّف فلسفۂ اشراق، جدید افلاطونی الہیات، اور ہندو جوگ سے ماخوذ ہے، حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے۔

فلسفۂ اشراق، اور ہندو جوگ میں چند ریاضتوں اور مجاہدوں کے سوا کیا ہے؟ وہ انھیں مجاہدوں اور محنتوں کو مقصودِ حقیقی جانتے ہیں، اور اس کے برعکس ہمارے صوفیہ صافیہ اُن ریاضتوں اور مجاہدوں کو جن کے ساتھ اتباعِ شریعت نہ ہو کوئی وقعت نہیں دیتے ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں، کہ:۔

"وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو تقلید سنّت سے الگ ہو کر اختیار کئے جائیں معتبر نہیں ہیں، اسلئے کہ جوگی اور ہندوستان کے براہمہ اور یونان کے فلاسفہ بھی ان کو اختیار کرتے ہیں، اور یہ ریاضتیں انکی گمراہی میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہیں کرتی ہیں۔" (جلد اوّل مکتوب دو صد و بست و یکم)

مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی کے ایک کرامت نامہ کے چند الفاظ غور سے سُننے کے قابل ہیں:۔

"اور بعض جہلاء جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے، اور طریقت اور ہے، محض اُن کی کم فہمی ہے، طریقت بے شریعت خدا کے گھر

مقبول نہیں، صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے،
قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے، آئینہ زنگ آلود ہے تو
پیشاب سے بھی صاف ہوجاتا ہے، اور گلاب سے بھی
صاف ہوجاتا ہے، لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔
ولی اللہ کو پہچاننے کے لئے اتباعِ سنّت کسوٹی ہے، جو متبع
سنّت ہے وہ اللہ کا دوست ہے، اور اگر مبتدع ہے تو
محض بیہودہ ہے، خرقِ عادات تو دجّال سے بھی ہونگے"۔

(رجوم المذنبین ص۱۲۹)

تصوّف کی مشہور و متداول کتابیں سامنے رکھئے: ۔ مثلاً کتاب اللمع، تعرف، رسالۂ قشیریہ،
[...]ارف، فتوح الغیب، احیاء العلوم، مدارج السالکین، ان کتابوں کے صرف ابواب پر
[...]ڈال لیجئے اور فیصلہ کیجئے، کہ ان کتابوں میں توحید اور اُس کے احوال، اتباعِ سنّت،
[...]ادات کی خشوع و خضوع کے ساتھ ادائگی، معاملات کی صفائی، اور تصفیۂ اخلاق
[...] سوا کیا ہے؟۔

بے شبہ تصوّف کی بعض کتابوں میں کچھ ایسے مضامین بھی آگئے ہیں جن سے بعض طبائع کو
[...]شت ہوسکتی ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ مضامین تصوّف کے اصول و مقاصد سے
[...]ئی تعلق نہیں رکھتے ہیں، اگر کسی کی فہم اُن کو نہیں قبول کرتی ہے تو اُن کو چھوڑ دے،
[...]ی طرح اگر خلافِ شریعت کوئی بات نظر آئے، تو اُن کی وہی حیثیت سمجھئے جو کتب تفسیر میں

Marfat.com

اسرائیلیات، یا کتب احادیث میں موضوعات کی ہے، اب اسرائیلیات یا موضوعات کی وجہ سے کتب تفسیر و احادیث سے تو قطع نظر نہیں کیجا سکتی ہے، جس طرح محققین کتب تفسیر وحدیث میں اغلاط کی تصحیح کرتے رہتے ہیں، اسی طرح محققین صوفیہ بھی اپنے فن میں صحیح کو سقیم سے، اور درست کو غلط سے الگ کرتے رہے ہیں، کوئی وسیع النظر اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے، مثال کے طور پر مولانا اسمٰعیل شہید کی "صراط مستقیم" ہی کو دیکھئے کہ اُس میں اسی قسم کی بدعات پر متنبہ کرنے کے لئے پورا ایک باب موجود ہے! حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات جلد سوم میں شیخ روزبہان بقلی کی کتاب "تبئین غلطات المتصوفہ" کا ذکر موجود ہے جو اسی عنوان پر ہے۔ (مکتوب ہشتاد و نہم)

تصوف اور اس کے اعمال و اشغال کے متعلق شکوک و شبہات کے حل کا آسان طریقہ یہ ہے، کہ خود محققین صوفیہ سے تصوف اور اس کے اعمال و اشغال کی حقیقت اور مقصد کو سُن لیا جائے، اور پھر غور کیا جائے کہ شریعت تصوف کے مقصد سے کیا کچھ سوا چاہتی ہے؟ اور کیا تصوف شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کے سوا اور کوئی چیز ہے؟۔

تصوف کی مستند اور مشہور کتاب احیاء العلوم کی شرح "اتحاف السادۃ المتقین" میں ہے:۔

"بس تصوف کا مقصد اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے، کہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے علم و یقین تک پہونچا جائے"۔

(ص ۳۹)

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانیؒ ملا حاجی محمد لاہوری کو تحریر فرماتے ہیں :۔

"شریعت کے تین حصے ہیں :۔ علم، عمل، اخلاص، جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی ہے، جب شریعت متحقق ہو جاتی ہے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے جو کہ تمام دنیاوی اور اخروی سعادتوں سے بالاتر ہے ——

طریقت و حقیقت جس سے کہ صوفیہ ممتاز ہوئے ہیں دونوں (شریعت کے تیسرے حصے) یعنی اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں، پس ان دونوں (یعنی طریقت و حقیقت) کی تحصیل صرف شریعت کی تکمیل کے لئے کیجاتی ہے ——

احوال و مواجید اور علوم و معارف جو اثناء راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں ہیں، ان سب سے گذر کر مقام رضا تک پہونچنا چاہیئے جو کہ سلوک کا آخری مقام ہے، اسلئے طریقت و حقیقت کی منزلوں کے طے کرنے کا مقصد تحصیل اخلاص کے سوا کچھ نہیں ہے، اخلاص ہی سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے، کوتاہ اندیش احوال و مواجید کو مقصود اور مشاہدات و تجلیات کو مطلوب جانتے ہیں اور کمالات شریعت سے محروم ہیں، بے شبہ مقام اخلاص کا حصول اور مرتبۂ رضا تک

Marfat.com

وصول ان احوال و مواجید کو طے کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، اسلئے ان کی حیثیت مقصودِ حقیقی کے معاون کی ہے' یہ بات اس فقیر پر بہ صدقۂ حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس راہ میں دس برس گذارنے کے بعد واضح ہوئی ہے" (جلد اوّل مکتوب سی و ششم)

مکتوب چہلم میں صراحت سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"مخدوما! منازلِ سلوک طے کرنے اور مقاماتِ جذب قطع کرنے کے بعد یہی معلوم ہوا، کہ اس سیرِ وسلوک کا مقصد مقام اخلاص کی تحصیل ہے" (جلد اوّل)

مکتوب دو صد و ہفتم (جلد اوّل) میں ارشاد ہے:۔

"طریقِ صوفیہ کے سلوک کا مقصد صرف یہ ہے، کہ معتقداتِ شرعیہ کا یقین بڑھے، نیز احکامِ فقہیہ کے ادا میں آسانی ہو"

"انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

"اور مقصود صوفیہ کے طریقۂ علیہ کا مشاہدہ حق کا حصول ہے "کانک تراہ" اور اس حضور کا نام انھوں نے مشاہدہ بالقلب رکھا ہے" (ص۳۹)

Marfat.com

قول الجمیل" میں ہے :-

"مشائخ کے تمام طریقوں کا مرجع یہ ہے کہ ایک ہیئت نفسانیہ
حاصل ہو جائے، جس کو وہ نسبت کہتے ہیں، اسلئے کہ
یہ اللہ کے ساتھ ارتباط و انتساب ہے، اور اس کو سکینہ
اور نور بھی کہتے ہیں"

ں اجمال کی تفصیل یہ ہے :-

"جب بندہ طاعات، طہارات اور اذکار پر مداومت
کرتا ہے، تو نفس ناطقہ میں ایک صفت قائم ہو جاتی ہے
اور اس توجہ کا ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے"

(القول الجمیل)

رت شاہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ "صراط مستقیم" میں فرماتے ہیں :-

"جاننا چاہئے کہ اولیاء اللہ کے ہر طریقہ میں مجاہدات،
ریاضات، اذکار، اشغال اور مراقبات مقرر ہیں،
ان امور میں سے ہر ایک طالب کے اندر ایک اثر
پیدا کرتا ہے، جس کے سبب سے طالب کو عالم قدس سے
ربط پیدا ہو جاتا ہے .... اسی کو صوفیہ کی
اصطلاح میں نسبت کہتے ہیں" (ص۱۶۵)

Marfat.com

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی جامع کمالات ہستی ابھی قریبی زمانہ میں گذری ہے اُن کے ارشاداتِ عالیہ بھی سُن لیجئے، فرماتے ہیں:۔

"پس ہستی مطلق کو ہر دم خیال میں پرورش کرنا اور بلا کیف حاضر و موجود جان کر حیا و شرم کے ساتھ بندوں کا مطیع رہنا مقصدِ اصلی ہے۔ اور یہی احسان ہے باقی زوائد"

(مکاتیب رشیدیہ صلا)

"سُنو! کہ سلوک صحابہ و تابعین میں تحصیل احسان اور اپنا بندۂ ناچیز بے اختیار ہونا، اور من کل الوجوہ محتاج ذاتِ غنی کا، اور حضور اس کردگار بے نیاز محسنِ عباد کا ہوتا تھا، بندگی در بندگی، عجز در عجز، توکل در توکل، ہمتِ اطاعت و جان و مال بازی فی رضاء المولیٰ اس کا ثمرہ تھا" (صنہ)

"اصل الاصول اور اصل مقصود و مامور سلوک صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہے، اس میں بحث بندگی سے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہد ہو جانے سے، اور حسنِ اخلاق سے ہے" (صلہ)

"مقصد جملہ اشغالات و مطلب و منتہیٰ جملہ مراقبات کا

Marfat.com

وہ حضورِ قلب بے کیف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب
فرمایا، نسبتِ صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
یہ ہی حضور تھا۔" (صـ۴۵)

"برادرا، یہ تمام شریعت کا علم، اور طریقت کا طریقہ،
نورِ یقین کی تحصیل کے واسطے ہے، اور انجام و منتہی سب کا
یہی تو ہے کہ جس کو مسلمان سرسری طور سے علم رکھتے ہیں
وہ یقین حق یقین مثل مشاہدہ کے ہو جائے، یہ انتہا
سب طُرق کی ہے۔" (صـ۰)

"اور وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو مالک معبود کے جانے
اور شرم وحیا طاری ہو جائے، اس کا نام حضور اور
یاد داشت ہے، اس کو لسانِ شرع میں احسان کہتے ہیں،
اور یہی نسبتِ معتبرہ ہے کہ مسلسل چلی آتی ہے۔" (صـ۹۵)۔

سطور بالا میں محققین صوفیہ کے چند اشارات پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اس مفہوم کے دفتر کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ بہرحال یہ چیز تو ظاہر ہو گئی کہ تصوّف تحصیلِ اخلاص و یقین کے سوا اور دوسری کوئی چیز نہیں ہے، اور اخلاص و یقین کے مطالبہ سے قرآن مجید، اور احادیث نبویہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا) کے دفاتر بھرے پڑے ہیں۔

Marfat.com

اب تصوف کے اعمال و اشغال یعنی اس اخلاص و یقین کی تحصیل کے ذرائع و وسائل کا مسئلہ باقی رہا، تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو حضرت نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیضِ صحبت کی وجہ سے ان وسائل و ذرائع کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی، جو بعد کے لوگوں کو پیش آئی، وہاں نبوت کا آفتابِ عالمتاب موجود تھا، وہ شمع و فانوس کی فکر میں کیوں پڑتے؟

حضرت مجددؒ (رحمۃ اللہ علیہ) نے خوب ارشاد فرمایا:۔

"بدن کے قرب کا دلوں کے قرب پر بڑا اثر پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہونچتا ہے۔"

(مکتوبات جلد اوّل ص۲۰۵)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ "ارشاد الطالبین" میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اس بات پر اجماع ہے کہ صحابۂ غیر صحابہ سے افضل ہیں، حالانکہ علم و عمل میں صحابہؓ اور غیر صحابہ مشارکت[1] رکھتے ہیں،

---

[1] یعنی جن عقائد و اعمال کے مخاطب و مکلف صحابۂ کرامؓ تھے، انھیں کے مخاطب و مکلف ہم بھی ہیں، ایسا نہیں ہے کہ اُن کے لئے دوسرے اعمال و عقائد تھے، اور ہمارے لئے دوسرے، نیز دین کی جن حقیقتوں کا علم اُن کو تھا، بعد والوں کو بھی اُن کا علم ہوا، اور نماز روزہ وغیرہ جو عمل وہ کرتے تھے، بعد والوں نے بھی وہ کئے

Marfat.com

اس کے باوجود حضرت نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے
ارشاد فرمایا، کہ صحابہؓ نے راہِ خدا میں جو نصف صاع جَو
خرچ فرمایا ہے، اگر دوسرا اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے
تو دونوں برابر نہیں، یہ فرق ان باطنی کمالات کی بناء پر ہے
جو اُن کو حضرت رسُولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیضِ صحبت سے
حاصل ہوئے تھے" (ص۴۲)

حضرت نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیضِ صحبت کے سوا، حضرات صحابۂ کرامؓ اور دوسرے طریقوں سے بھی اس نورِ اخلاص ویقین کو حاصل فرماتے تھے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں:—

"میرا گمانِ غالب ہے کہ صحابۂ کرام نسبت کو اور طریقوں سے بھی حاصل فرماتے تھے، مثلاً نماز و تسبیحات پر اُنکے شرائط کیساتھ مواظبت! طہارت اور یادِ موت اور عذاب و ثواب کے خیال پر مداومت! ان چیزوں سے مادی لذتوں سے بے تعلقی پیدا ہوتی ہے! اسی طرح یہ حضرات قرآن کی تلاوت، اس میں تدبر، وعظ اور زہد و رقاق کی احادیث کے سننے پر مواظبت فرماتے تھے، اور اس سے اُن کو ایک ملکۂ راسخہ اور ہئیتِ نفسانیہ حاصل ہوتی تھی" (القول الجمیل)

Marfat.com

اس سلسلہ میں ایک اہم معاملہ کی طرف بھی اشارہ کرنا ہے، جس پر حضرت مجدد صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے متنبہ فرمایا ہے، اس کی تشریح و تفصیل کا موقع نہیں ہے، تاہم ممکن ہے کہ اہلِ ذوق اس سے مطمئن ہوں، مجدد صاحبؒ سے دریافت کیا گیا، کہ :-

"فنا فی اللہ اور بقا باللہ اور جذب و سلوک کے تمام مقامات طے کرنے کے بعد جو قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے، حضرات صحابۂ کرامؓ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک صحبت کی بناء پر تمام اولیائے امت سے افضل قرار پائے، کیا اُن کو محض اسلام قبول کرنے سے یہ سیر و سلوک فیضِ صحبت سے حاصل ہو گیا تھا؟ اُن حضرات کو علم جذب و سلوک حاصل تھا، یا نہیں؟۔ اگر حاصل تھا، تو اُس کا کیا نام تھا؟ اور اگر نہیں حاصل تھا، تو کیا اُس کو بدعتِ حسنہ کہہ سکتے ہیں؟"

اب مجدد صاحبؒ کا جواب سُنئے :-

"اس اشکال کا حل صحبت سے تعلق رکھتا ہے، وہ بات جو اس مدت میں کسی نے نہیں کہی، ایک مرتبہ لکھنے سے کیسے سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن جب دریافت کیا گیا، تو اب جواب سے چارہ نہیں، اسلئے مختصر طور سے لکھا جاتا ہے:-

Marfat.com

وہ قربِ خداوندی جس کا تعلق فنا و بقا اور سلوک و جذب سے ہے، وہ قربِ ولایت ہے، اولیائے امت اس سے مشرف ہوئے ہیں، اور جو قرب کہ صحابۂ کرامؓ کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں حاصل ہوا، وہ قربِ نبوت ہے، اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا، نہ جذب ہے نہ سلوک، اور یہ قرب قربِ ولایت سے بدرجہا بہتر ہے، اسلئے کہ یہ قربِ حقیقی ہے، اور وہ قربِ ظلی ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے، مگر ہر شخص کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی ہے، خواص بھی اس موقع پر عوام کے مشابہ ہیں۔ ؎

گر بو علی نوائے قلندر نواختے

صوفی بدے ہر آنکہ بہ عالم قلندر است

کمالاتِ قربِ نبوت اگر قربِ ولایت کے راستے سے طے ہوتے ہیں تو فنا و بقا اور جذب و سلوک سے چارہ نہیں، اور اگر اس راستے سے کمالات قربِ نبوت نہ حاصل کئے جائیں، تو فنا و بقا اور جذب و سلوک کی ضرورت نہیں ہے! صحابۂ کرامؓ نے قربِ نبوت کے راستے سے منزل طے کی ہے، جذب و سلوک اور فنا و بقا سے ان کو

Marfat.com

کام نہ تھا" (مکتوبات جلد اول مکتوب سہ صد و بیز دہم)

حضرت مولنا اسمٰعیل شہیدؒ "صراط مستقیم" میں ارشاد فرماتے ہیں :—

"ایک باریک نکتہ جس سے اہل زمانہ ناواقف ہیں حب نفسانی اور حب عقلیؔ کے درمیان تمیز کرتا ہے، حب نفسانی مبادی سلوک کے واردات میں سے ہے اور حب عقلی کمالات انبیاء کرام اور مقامات اولیاء عظام میں سے ہے، اکثر عوام صوفیہ نے حب نفسانی کو حب عقلی کی جگہ دے رکھی ہے، اور اس کو اشارات شرعیہ کا مشارٌ الیہ جانتے ہوئے حضرات انبیاء و اولیاء کے سلوک کو اہل عشق و مواجید کے احوال سے تطبیق دینا چاہتے ہیں، اور لاحاصل تشویشات میں پڑتے ہیں" (ص ۴۲)

اصل مقصود یہی سلوک راہ نبوت ہے، مگر چونکہ سلوک راہ ولایت سے سلوک راہ نبوت آسان ہو جاتا ہے، اسلئے سلوک راہ ولایت کو اختیار کیا جاتا ہے۔ حضرت شہیدؒ فرماتے ہیں :

"حصول نسبت ولایت سلوک راہ نبوت کو آسان کر دیتا ہے"

لہ حب نفسانی کا تعلق سلوک راہ ولایت سے، اور حب عقلی کا تعلق سلوک راہ نبوت سے ہے، جیسا کہ صراط مستقیم میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اور جس کو نسبتِ ولایت حاصل ہوتی ہے وہ نسبتِ نبوت کو تھوڑی محنت میں حاصل کر لیتا ہے" (صراط مستقیم ص۸)۔

اب تصوف کے اُن اعمال و اشغال کا مسئلہ باقی رہا، جن کی ضرورت عہدِ نبوت سے اور ماحول کی ناسازگاری کے باعث متاخرین کو پیش آئی!۔ اس سلسلہ میں اصولی ہے کہ ان اعمال و اشغال میں ذکر و فکر یہ دو چیزیں بنیادی ہیں، اور یہ دونوں مامورات شرعیہ میں سے ہیں، بحث ہو چکی ہے وہ ذکر و فکر کے طریقوں، وضعوں کی! تو خوب سمجھ لیجئے کہ ذکر و فکر کے یہ قیود، طرق اور اوضاع صرف تدبیر و معالجہ کی رکھتے ہیں "ایضاح الحق الصریح" میں مولانا اسمٰعیل صاحب شہید فرماتے ہیں:۔

"صوفیہ کے نفع بخش اشغال کی حیثیت دوا و معالجہ کی ہے
کہ بہ وقتِ ضرورت ان سے کام لے، اور بعد کو پھر اپنے
کام میں مشغول ہو" (ص۷۸)

کہ یہ طریقے حالات کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں "صراط مستقیم" میں ہے:۔

"ہر وقت اور ہر قرن کے اشغال جدا ہوتے ہیں اسلئے
ہر طریق کے محققین تجدید اشغال کی کوشش فرماتے
رہتے ہیں" (ص۷)

محققین نے تصریح فرما دی ہے، کہ:۔

Marfat.com

"یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ نسبت بجز ان اشغال کے اور
کسی طرح حاصل نہیں ہوتی ہے" (القول الجمیل)

بلکہ اگر ان طرق واوضاع اور اعمال واشغال کو کوئی مقصود جانتا ہے تو یہ حضر
اس پر سخت انکار فرماتے ہیں "ایضاح الحق الصریح" میں ارشاد ہے :-

"وظائف واذکار، ریاضات، خلوت، چلہ کو مقرر کرنا،
ذکر جہری اور ذکر خفی کی وضعوں کو مقرر کرنا، ضرب عدد،
اور مراقبہ برزخیہ کا مقرر کرنا، اگر طالب ان سب کو اصل
کمال شرعی یا مکملات میں سے جانتا ہے تو یہ سب بدعت
حقیقیہ ہیں، لیکن خواص جو اس کو صرف وسائل وذرائع
جان کر رواج دیتے ہیں اُن کے حق میں بدعتِ حکمیہ ہیں،
اور اخص الخواص جو ان چیزوں سے بہ وقتِ ضرورت
کام لیتے ہیں اور پھر کام نکلنے کے بعد چھڑا دیتے ہیں
اُن کے حق میں یہ بدعت نہیں ہیں" (ص ۳۷)

محققین صوفیہ ان اشغال واعمال سے کس طرح کام لیتے ہیں، اور پھر کس طرح
الگ کر کے اصل مقصود میں لگا دیتے ہیں اس کو جاننے کے لئے صرف مکاتیب
میں سے حضرت گنگوہیؒ کے چند ارشادات نقل کئے جاتے ہیں :-

"ذکر کے نور کا لاحظہ جو ابتداء میں تلقین ہوتا ہے، وہ

Marfat.com

مقصدِ اصلی نہیں بلکہ تمہید ہوتا ہے"۔ (صـ۱۵)

"پاس انفاس وغیرہ سب حیَل اس کے ہیں کہ ذکر مخیلہ میں قائم ہو جائے ورنہ اصل مقصود نہیں، جب خیالِ ذکرِ ذات قائم ہو جائے تو زبان اور انفاس کسی کی ضرورت نہیں"۔

(صـ۱۶)

"ذکر جہری کی اب کچھ حاجت نہیں، ذکر اصل میں تذکرِ قلب ہے، سو جب ذکرِ قلبی حاصل ہوا، اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں[۱]"۔

(صـ۱۷)

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ قلب میں اللہ کے ذکر اور یاد کی کیفیت کو راسخ اور مستقل کرنے کیلئے جو جہری ذکر سالکین کو [ب]تایا جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ وہ کیفیت پیدا فرما دیں، اور رسوخ حاصل ہو جائے تو پھر اس ذکر کے جاری [ر]کھنے کی ضرورت نہیں ——— یہ مطلب نہیں ہے کہ قلب میں اس کیفیت کے پیدا ہو جانے کے بعد ذکر باللسان [ک]یا ہی نہ جائے، ذکر جو خود مقصود اور مامور ہے وہ تو تادمِ آخر جاری رہتا ہے، حدیث نبوی میں ہے:۔ لا یزال [ل]سانک رطباً من ذکر اللہ ۔ (مکاتیب رشیدیہ کے) اگلے اقتباس سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے ۔۱۲

Marfat.com

"سب اذکار و مراقبات تحصیل نسبت کے واسطے ہیں،
جب نسبتِ یادداشت حاصل ہو چکی اب مراقبات کی
درخواست عجیب بات ہے، اب تمھارا سب فکر لسانی،
قرآن و صلوٰۃ و ذکرِ مسنون مراقبہ ہے، سب میں یادداشت ہے
کہ ثمرۂ مراقبات یہی ہے، اب کسی مراقبہ کی حاجت نہیں،
اذکارِ مسنونہ پڑھو، قرآن و نوافل صلوٰۃ مسنونہ ادا کرو
اور بس" (صـ۲۱)

"ضرورتِ تعین شغل کی مبتدی کے واسطے ہوتی ہے، منتہی
اپنے اختیار میں ہوتا ہے، جس امر سے مطلب برآمد ہو
وہی کرے، نہ اس کو قید ذکرِ زبانی کی ہے، کوئی ذکر ہو،
نہ کسی تصورِ خیال کی غرض کام سے ہے" (صـ۲۸)

"الحاصل اگرچہ یہ قوتِ تاثیر اور توجہ و کشف اور تصرف
دنیا میں بہت ہے، مگر یہ نورِ یقین مثل کیمیا کے نادرالوجود ہے
اگرچہ عالم خالی نہیں، اشغال سب اس کے مقدمات تھے،
اب خود مقصود ہو گئے ... ... لے کا تتمہ اس یقین کا

Marfat.com

شائبہ ہوا بھی اس محروم کو لگ جائے کہ سارا مدار اس پر
ہی ہے، اس نسبت کا نام نسبتِ احسان ہے کہ بعثت
جناب فخرِ رسل (علیہ السلام) کی اس کے ہی واسطے تھی،
اور صحابہ جملہ اسی نسبت کے حامل تھے، علیٰ حسب مراتبہم
پھر اولیائے اُمت نے دوسرے طریقے سے پیدا کیا کہ
ہر ایک نے اشغال اپنے اپنے طریقے کے وضع کئے، سو
یہ سب مقدمات اس کے ہیں اور بس! اس کا کوئی طریق
معین نہیں، ہر شخص کا طرز جداگانہ ہے۔" (ص۱۸)

تصوف کے مقصد اور اس کے اعمال و اشغال کی حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد عرض ہے، کہ اگر کوئی خوش نصیب ایسا ہے کہ اس کو کسی ریاضت و مجاہدہ کے بغیر اخلاص و احسان کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے تو وہ بہت ہی مُبارک ہے، ورنہ قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کو جس چیز سے خود نفع ہوتا ہے اُسی کو وہ دوسروں کو بتلاتا ہے، اہل اللہ کی بڑی جماعت (جن کے صدق و اخلاص پہ سب کو اتفاق ہے) خبر دیتی ہے، کہ ذکر و فکر ہی کی راہ سے اُن کو اخلاص و یقین کی دولت حاصل ہوئی۔ ؎

من نہ تنہا دریں میخانہ مستم
جنیدؒ و شبلیؒ و عطارؒ ہم مست

Marfat.com

اسلئے اگر کسی کو ان کیفیاتِ مطلوبہ کی ضرورت اور تلاش ہے تو وہ اس راہ کو اختیار کرے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ یہ راہ بحث و نظر کی نہیں، بلکہ جد و جہد اور عمل کی ہے۔

راقم سطور نے کئی برس ہوئے ایک جلیل القدر شیخ وقت (جو بحمداللہ اب بھی اپنے فیوض و برکات کے ساتھ موجود ہیں) کی خدمت میں عرض کیا، کہ:۔

"تصوف پر پڑھنے کے لئے کوئی کتاب تجویز فرما دی جائے"۔

جواب میں ارشاد فرمایا، کہ:۔

"یہ راہ مطالعہ سے نہیں، بلکہ مجاہدہ سے طے ہوتی ہے"۔

پھر ارشاد فرمایا، کہ:۔

"اگر پڑھنا ہی ہے تو شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کی صراط مستقیم پڑھیئے"۔

بہرحال گذارش کا مقصد یہ ہے کہ اگر دل میں جستجو ہے، تو کسی صاحبِ کمال کے مشورہ سے کچھ کیجئے۔

قال را بگذار و مرد حال شو

پیش مردے کاملے پامال شو

کسی اور مقصد سے نہیں، تو تجربہ کر کے دیکھئے۔ اگر کسی صاحبِ کمال کی صحبت، یا اُس کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کرنے سے حق تعالیٰ کا تعلق بڑھتا ہوا محسوس ہو، ایمان میں

Marfat.com

تازگی کے آثار پائے جائیں تو فبہا، ورنہ جہاں زندگی میں اچھے اور بُرے بہت تجربے ہوتے ہیں اس کو بھی ایک ناکام تجربہ سمجھ کر چھوڑ دیجئے گا۔ ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ بیں نہ باشی کے راہ بر شوی
در مکتبِ حقائق پیشِ ادیبِ عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

Marfat.com

(۵)

یقین اور اُسکے ثمرات

(از جناب مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی)

تصوف کے بارے میں پیدا ہونے والے بعض شکوک و شبہات سے متعلق جو مختصر مضمون گذشتہ صفحات میں ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا، اُس میں ایک جگہ عرض کیا تھا، کہ

"تصوف کا اصل مقصد مرتبۂ یقین کی تحصیل ہے"

اس یقین کی حقیقت کیا ہے، اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے ——— حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ "عوارف" میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"بشری حجابات اُٹھ جانے کے بعد دل میں جو نورِ حقیقت ظاہر ہوتا ہے اُس کا نام یقین ہے، جس سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے، اس سے وہ یقین مراد نہیں ہے جو محض دلائل سے حاصل ہو"

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "ازالۃ الخفاء" میں فرماتے ہیں :۔

"یہاں یقین سے مراد وہ یقینِ خاص ہے جو بطریق موہبت صالحین امت کو نصیب ہوتا ہے، اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں یادداشت کہتے ہیں، نہ کہ وہ یقین جو استدلال یا تقلید سے پیدا ہو"

(مقصد دوم ص ۱۴۲)

یہ یقین عبد اور معبود کے رشتہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، یہ اسلامی زندگی کی جان ہے، جس طرح قالب بغیر رُوح کے اور آنکھیں بغیر نور کے بے لُطف ہیں، اسی طرح مرتبۂ یقین کے بغیر اعمال بے کیف ہیں ——— صحیح روایت میں ہے، کہ :۔

"اُمّتِ محمدیہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا) کے سوا اور اُمتوں نے گویا فجر سے ظہر تک کام کیا، بعضوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا، اور اُمّتِ محمدیہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا) نے عصر سے مغرب تک کام کیا، لیکن اجر و ثواب اس اُمّت کو اوروں کے مقابلے میں دوگنا دیا جائے گا"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، کہ :۔

"یہ فرق قوتِ یقین ہی کی بنا پر ہے[1]"

---

[1] کتاب الایمان ص ۱۷۸ مطبع انصاری دہلی۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خواب میں دیکھا، کہ :۔

"مجھ کو پوری امت کے مقابلے میں وزن کیا گیا تو میرا پلہ بھاری رہا، پھر اس میں ابوبکرؓ کو رکھا گیا تو وہ بھی بھاری رہے، اس کے بعد عمرؓ کو تولا گیا تو وہ بھی سب سے وزنی رہے"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، کہ :۔

"یہ سب قوتِ ایمانی کا کرشمہ ہے[1]"

یہی وہ یقین ہے کہ جس کے متعلق حضور نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، کہ :۔

"جب نور دل میں آتا ہے تو اس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے"

صحابہؓ نے عرض کیا، کہ :۔

"یا رسول اللہؐ! اس کی نشانی کیا ہے؟"

ارشاد ہوا، کہ :۔

"آخرت کی رغبت، دنیا سے نفرت، موت سے پہلے اس کی تیاری[2]"

---

[1] کتاب الایمان ص۱۷۸ ۔۱۲

[2] مشکوٰۃ کتاب الرقاق ۔۱۲

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، ان کے وعدوں اور وعیدوں کو کون نہیں جانتا اور مانتا ہے، لیکن ان کا یقین ہم کو کہاں تک حاصل ہے، ہماری عملی زندگیاں خود اس کی شاہد ہیں۔

ہم سب جانتے اور مانتے ہیں کہ حق تعالیٰ حاضر و ناظر ہیں، ہمارے ساتھ ہیں، رزاق ہیں، سمیع و بصیر ہیں، رؤف و رحیم ہیں، شفا انھیں کے ہاتھ میں ہے، موت و حیات اور نفع و ضرر کے وہی مالک ہیں، الغرض تمام صفاتِ کمالیہ انھیں کے لئے مخصوص ہیں، نیز یہ کہ طاعات اُن کی رضا، اور معاصی اُن کے غضب کا باعث ہیں، لیکن اس جاننے اور ماننے سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر اگر ہم کو ان امور کا یقینِ کامل بھی حاصل ہو تو کیا عالم ہو، اور ہماری زندگیوں میں کتنا بڑا انقلاب آجائے؟۔

کیا اپنی حاجات کو حق تعالیٰ کے سوا پھر ہم کسی اور کے سامنے بالاستقلال پیش کرسکتے ہیں! کسی معاملے میں ہمارے دلوں میں ان سے شکوہ پیدا ہو سکتا ہے! رنج و راحت کے مواقع پر ہم حدود سے بڑھ سکتے ہیں؟ کیا ہم بالقصد اُن کی طاعات کو چھوڑ سکتے ہیں، اور گناہوں کے مرتکب ہو سکتے ہیں؟ ان سے ایک لمحہ بھی غفلت ہو سکتی ہے؟ اور کیا پھر خضوع و خشوع کے بغیر نمازیں ممکن ہیں؟ ان کی معیت کا احساس کیا ہم کو اُنھیں کا نہ بنادے گا۔ ؎

آمد سحر آں دلبرِ خونیں جگراں | گفتا ز تو بر خاطرِ من بار گراں
شرمت بادا کہ من بہ سویت نگراں | باشم تو نہی چشم بہ روئے دگراں

یہ یقین جب دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو احکام شرعیہ سے تعلق بڑھتا ہے، رذائل دب جاتے ہیں، اور فضائل کے چشمے اُبل پڑتے ہیں۔ ؎

بلے ہر جا شود مہر آشکارا
سہا را جز نہاں بودن چہ یارا

حضرت خواجہ محمد معصومؒ ملا نعمت اللہ کو تحریر فرماتے ہیں:—

"یہ نسبت عارف پر جب غالب ہوگی اس کو احکام شرعیہ سے زیادہ ربط ہوگا" (مکتوبات ص ۲۲۴)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ "ازالۃ الخفاء" میں تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، کہ اس کی تین اصل ہیں:—

"اصل اوّل۔ اعمالِ خیر، مثلاً نماز، روزہ، ذکر، تلاوت وغیرہ کے ذریعہ سے یقین پیدا کرنا، یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سب مسلمان بہ قدر استعداد نیکی کرتے ہیں، مگر ان کو مرتبۂ یقین حاصل نہیں ہوتا ہے، استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اعمال کے ساتھ تین باتیں اور ملائی جائیں تو یقین پیدا ہوتا ہے، ایک تو اعمال میں اخلاص، دوسرے اعمالِ خیر کی زیادتی، تیسرے ان اعمال کی کیفیت خاصہ یعنی خشوع وغیرہ —— اصل دوم۔ یقین سے مقامات

Marfat.com

پیدا ہوتے ہیں جو شیخ ابو طالب مکیؒ کے حسب تحریر دس ہیں توبہ[1]، زہد[2]، صبر[3]، شکر[4]، رجاء[5]، خوف[6]، توکل[7]، رضا[8]، فقر[9]، محبت[10]، جب یقین دل پر قبضہ کرتا ہے تو خوف و رجاء سب خدا سے متعلق ہو جاتا ہے، اور اعتماد اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر ہوتا ہے، یہ نہ جاننا کہ مقامات دس ہی ہیں، بلکہ اس کے سوا بھی ہیں، البتہ بنیادی اور اساسی مقامات یہی ہیں ——— اصل سوم۔ جب یقین کسی پر طاری ہوتا ہے تو وہ جو کچھ کہتا یا کرتا ہے یقین سے کہتا اور کرتا ہے، مقاماتِ عالیہ اس کے سینہ میں پیدا ہوتے ہیں، اور دو امور ظاہر ہوتے ہیں، کراماتِ خارقہ اور تربیتِ مریداں'' (مقصد دوم ص۱۴۲ و ص۱۴۳)

شاہ صاحبؒ موصوف "حجۃ اللہ البالغہ" میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"مقامات واحوال کی بنیاد یقین پر ہے، یقین ہی سے توحید اخلاص، توکل، شکر، انس، ہیبت، تفرید، صدیقیت، محدثیت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں ——— حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا، کہ : "یقین ایمان ہے" ——— حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، کہ :۔ مجھ کو ایسا یقین

Marfat.com

نصیب فرما، کہ دنیا کی مصیبتیں آسان ہوجائیں"۔

(مطبوعہ بریلی ص ۲۸۱)

مولنا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ فرماتے ہیں:۔

"جب دل رذائل سے صاف ہو جاتا ہے فضائل مثلاً شجاعت، قناعت، سخاوت، عفت، صبروشکر، رضا اور توکل خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں"۔

(صراط مستقیم ص ۶۸)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے:۔

"طالبِ حق کو چاہئے کہ اللہ سبحانہٗ کے ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ غیر اللہ اور خود کو مطلقاً بھول جائے، کیونکہ وصول الی اللہ بغیر نفی غیر اللہ کے حاصل نہیں ہوتا ہے، طالبِ حق جب اس درجہ کو پہونچے گا، زہد، تقویٰ، توکل، عزلت، قناعت، صبر، تسلیم، رضا، سب بے قصد حاصل ہو جائیں گے"۔

(ضیاء القلوب ص ۱۳)

حضرت مولنا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

"اخلاقِ ذمیمہ کے دو علاج ہیں، ایک جزئی یعنی خاص وہ یہ کہ ہر خلق کا جدا جدا علاج کیا جائے جیسا احیاء العلوم وغیرہ

Marfat.com

میں لکھا ہے، اس کو طریقِ سلوک کہتے ہیں، دوسرا کلی یعنی
عام، وہ یہ کہ ذکر و شغل سے یا جس طرح شیخ کامل
تجویز کرے، حق سبحانہٗ کی محبت قلب میں پیدا کیجائے،
جب اس کا غلبہ ہوگا اپنی ہستیِ خودی مضمحل ہونا شروع
ہو گی، اور سب اخلاقِ ذمیمہ جو کہ اس خودی دعویِ ہستی
سے پیدا ہوتے ہیں زائل ہو جائیں گے، اس کو
طریقِ جذب کہتے ہیں۔"

(کلید مثنوی دفتر اوّل صہ ۹)

اسی سلسلہ میں پیر رومی کے یہ پُر جوش اشعار بھی پڑھ لئے جائیں:—

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں ایک عالمِ ربانی (اللہ اُن کے برکات سے
عرصہ تک استفادہ کا موقع نصیب فرمائے) کے گرامی نامہ کے چند الفاظ بھی نظر سے

Marfat.com

گذر جائیں۔ ارشاد فرمایا :-

"ضرورت اس کی بہت زیادہ ہے کہ اذکار میں پوری جد و جہد کی جائے، تا اینکہ ذکر طبیعتِ ثانیہ بن کر نسبت مع اللہ پیدا کرتا ہوا، احسان جو کہ خلاصہ اور ثمرۂ عبادت ہے، پیدا ہو جائے"

یہ ہے وہ یقین اور اس یقین کے ثمرات جس کی تحصیل کا ذریعہ تصوف ہے، اب اگر یہ امور کسی درجہ میں مطلوب ہیں تو تصوف بھی اسی درجہ میں مطلوب ہے! والعلم عند اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ سطور بالا میں یقین کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا منشاء یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس سے کم درجہ کا یقین کوئی وقعت نہیں رکھتا، حاشا وکلا ایسا نہیں ہے، یہاں تو بحث صرف کمالِ یقین کی تھی، ورنہ خدا اور اُس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کوئی شخص یقین کا کمزور درجہ بھی اگر رکھتا ہے تو انشاء اللہ آخرت میں وہ بیکار نہ ہوگا، گو اہل ایمان کی شان یہی ہونا چاہئے کہ وہ ایمان واسلام کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں۔ وفقنا اللہ لما یحب ویرضیٰ

حضرت شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کا ارشاد ہے، کہ :-

"جو شخص ان احوال ومقامات سے متصف ہو اُس کو چاہئے کہ

Marfat.com

ان لوگوں کی تعظیم میں کوتاہی نہ کرے جو ان امور سے بے خبر ہیں اسلئے کہ ہر مسلمان حق تعالیٰ کا نام لیتا ہے، پس اوّل تو مسلمان کی تعظیم اس نامِ پاک کی عظمت کی وجہ سے ہونا چاہیئے، دوسرے یہ کہ آدمی خود اپنے آغاز و انجام کو دیکھے، تیسرے حق تعالیٰ کے لئے دشوار نہیں کہ کسی کو ایک لمحہ میں قطب الاقطاب بنا دیں "

(صراط مستقیم ص۱۰۱)

شاہ صاحب ہی کا ارشاد ہے، کہ :-

" اصلاح اعمال و عادات اور فضائلِ اخلاق کا جو ذکر ہوا تو رضائے حق کے لئے اور بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت، عزت، اور اعتبار کے لئے ہے، ورنہ مدارِ نجات تو صرف اسی کلمہ پر ہے جو صدقِ دل سے ادا ہو "

(صراط مستقیم ص۱۰۱)

Marfat.com

(۶)

تصوّف اور شیخین[۱]

(از مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی)

"تصوف کے انکار اور اس کی تنقید کے سلسلہ میں بعض حلقوں کی طرف سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ کا نام بھی کثرت سے لیا جاتا ہے، اُمید ہے کہ مولانا محمد اویس صاحب کا یہ مختصر مقالہ اس سلسلہ میں اہلِ انصاف کے لئے تشفی بخش ہوگا" ——— نعمانی غفرلہٗ

حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، اور حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کا نام لے کر اگر آج ہندوستان میں تصوف صحیح کی مخالفت کی جائے تو اہل علم مخالف کے مبلغ علم کے متعلق اچھی رائے نہ قائم کرسکیں گے۔

---

[۱] شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ و حافظ ابن قیمؒ۔ ۱۲

Marfat.com

اسی طرح اگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم (رحمہما اللہ) کا حوالہ دے کر حقیقی تصوف پر ناروا تنقید کی جائے تو جن لوگوں نے ان دونوں بزرگوں کی کتابوں کو پڑھا ہے اور جن کو ان بزرگوں (خصوصاً حافظ ابن قیمؒ) کے تصوف و احسان میں مرتبہ کا کسی قدر کتابی علم ہے، وہ ان ناقدین کے متعلق زیادہ بہتر خیال نہ ظاہر کرسکیں گے۔

ہم امکان کے حد تک حُسنِ ظن سے کام لینا چاہتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان ناقدین نے شیخین کی کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں فرمایا ہے ورنہ شیخین کا نام لیکر وہ تصوف کی اس بیباکی کے ساتھ مخالفت نہ کرتے [1]

---

[1] یہاں ایک واقعہ بیان کرنے کو جی چاہتا ہے، ایک مرتبہ راقم سطور نے اپنے استاذ علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ کی خدمت میں عرض کیا، کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیم کے یہاں چونکہ تفلسف نہیں ہے اسلئے ان کی کتابوں میں بیحد جی لگتا ہے، سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ابھی آپنے ان ابنِ تیمیہؒ اور ابنِ قیمؒ کو نہیں پڑھا ہے، جو فلسفیانہ باتیں کرتے ہیں، اس وقت تک عاجز نے شیخین کے فلسفیانہ اور متکلمانہ مباحث کو نہیں پڑھا تھا، پھر جب سید صاحب قبلہ کی رہنمائی میں شرح عقیدہ اصفہانیہ کا مطالعہ کیا، تو سید صاحب نے ارشاد فرمایا، جب علم کلام کی سیر کا جی چاہے تو ابن تیمیہؒ کا ہاتھ پکڑ کر سیر کرلیا کیجئے گا، یہ بہت پر امن راستہ ہے! اسی طرح یہ کہنے کا جی چاہتا ہے کہ ناقدین نے ابھی ان ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کو بہت کم پڑھا ہے، جو تصوف کے مباحث میں عالمانہ کلام کرتے ہیں! ورنہ تصوف کے متعلق نقطۂ نظر دوسرا ہوتا! ۱۲

Marfat.com

بے شبہ شیخین کی کتابوں میں تصوف کے بعض مسائل پر سخت تنقید ملتی ہے، اسی طرح متصوفین پر وہ سخت دار و گیر بھی کرتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ تنقید کن صوفیہ پر، اور کس تصوف پر ہے؟ کیا اُس تصوف پر جو کتاب و سنّت کا اصل مقصد ہے؟ جس کا منتہیٰ رضائے حق ہے؟ جس میں قدم قدم پر کتاب و سنّت کے اتباع کی تاکید ہے؟ جس کی تعلیم حسن بصریؒ، ابراہیم بن ادہمؒ، فضیل بن عیاضؒ، معروف کرخیؒ، بشر حافیؒ، شقیق بلخیؒ، جنیدؒ، سہل تستریؒ، ابو طالب مکیؒ، اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے دی ہے؟

یہ لوگ ہیں جن کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

"یہ اسلام کے مشائخ ہیں، ائمۂ ہدایت ہیں، خدا نے
ان کے حق میں امت کے اندر "لسان صدق" رکھ دیا ہے۔"

(جلاء العینین ص۵۹)

انھیں ابراہیم بن ادہم، فضیل بن عیاض، معروف کرخی، ابو سلیمان دارانی، احمد بن الحواری، اور سری سقطی کے متعلق ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

"واکابر شیوخ الصالحین[1]"

ایک موقع پر فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، ابو سلیمان دارانی، معروف کرخی، جنید بن محمد، سہل بن عبداللہ تستری، اور انھیں کے مثل لوگوں کے متعلق ارشاد

---

[1] فی السماع والرقص - ۱۲

Marfat.com

فرماتے ہیں، کہ :—

"یہ کتاب وسنّت کے مشائخ ہیں۔"

پھر کہتے ہیں :—

"رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین[1]۔"

تصوّف اور اتباعِ سنّت :—

حقیقی تصوّف کی مخالفت تو درکنار، حافظ ابنِ قیمؒ تو دلائل وشواہد سے یہ ثابت کرتے ہیں :— کہ

"طریق کتاب وسنّت میں مقید ہے[2]۔"

شیوخ عارفین کا اجماع نقل فرماتے ہیں، کہ :—

"تصوّف کتاب وسنّت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔"

اور بطور سند کے حسب ذیل بزرگوں کے اقوال نقل فرماتے ہیں :—

سیّد الطائفہ جنید، ابوحفص، ابوسلیمان دارانی، سہل بن عبداللہ، سری، ابویزید، احمد بن ابی الحواری، ابوعثمان نیشاپوری، ابوالحسن نوری، محمد بن الفضل، عمرو بن عثمان مکّی،

لہ الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان صفحہ ۱۴۲ -۱۲

ٹلہ مدارج السالکین جلد ۳ صفحہ ۵۵ -

Marfat.com

ابوسعید خراز، ابن عطاء، ابوحمزہ بغدادی (ان کو امام احمد بن حنبل صوفی کہہ کر پکارا کرتے تھے)
ابو اسحٰق رقی، ابویعقوب تہرجوری، ابوالقاسم نصرآبادی، ابوبکر طمستانی، ابوعمرو بن نجید۔
حافظ صاحب موصوف فرماتے ہیں، کہ:۔

"اس راستہ سے جو صوفیہ الگ ہیں وہ طریق کے رہزن
اور ابلیس کے کارندے ہیں[1]"

ایک جگہ تصوّف کے متعلق بحث فرماتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے، کہ:۔

"تصوّف سنّت ہی پر عمل کا نام ہے"

اس موقع پر حسب ذیل اہل الاستقامۃ، ائمۃ الطریق اور علمائے طائفہ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں:۔

سری، سیّد الطائفہ جنید، ابراہیم بن محمد نصرآبادی، اسمٰعیل بن نجید، احمد بن ابی الحواری، شبلی، ابویزید بسطامی، سہل بن عبداللہ[2]

"اغاثۃ اللہفان" میں فرماتے ہیں، کہ:۔

"اہل استقامۃ صحیح راستہ پر ہیں، اور کتاب و سنّت کے بغیر
وہ خواطر و ہواجس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں" [65]

---

[1] مدارج السالکین جلد ۲ صـ۲۳
[2] " " جلد ۳ صـ۴۷

Marfat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، کہ :۔

"کتاب وسنّت کا ہر معاملہ میں لحاظ، اولیاء اللہ کے نزدیک متفق علیہ ہے، اور مشائخ کے اقوال میں بہ کثرت اس کی ہدایات موجود ہیں[۱]"

فنِ تصوّف کی اہمیت :۔

شیخ الاسلام ہروی صفا کی بحث میں لکھتے ہیں، کہ :۔

"اس کے تین درجہ ہیں، پہلا درجہ اس علم کا ہے جو سلوک طریق کے لئے انسان کو سنوارتا ہے"

حافظ ابن قیمؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں، کہ :۔

"جس علم صافی کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ وہی علم ہے جس کی قوم (یعنی صوفیہ اصحابِ طریقت) نے وصیت کی ہے، اور اس کی مفارقت سے ڈرایا ہے، اور جس نے اس علم کو چھوڑا، اس کو بالکلیہ اہل طریق میں سے نکال دیا ہے، اور یہی وہ علم ہے جس کو حضرت نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر

---

[۱] الفرقان ص۱۳

تشریف لائے تھے"

حضرت جنید ہمیشہ فرماتے تھے، کہ :-

"ہمارا یہ علم کتاب و سنّت میں مقید ہے، پس جو کتاب و سنّت سے الگ ہو اُس کی پیروی نہ کی جائے ــــــ یہی وہ علم صافی ہے جو مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے، یہ اس علم والے کو طریق عبودیت پر چلنے کیلئے سنوار دیتا ہے[1]"

ایک جگہ فرماتے ہیں، کہ :-

"تصوف سلوک حقیقی کا ایک گوشہ ہے، اور اس کا کام نفس کی تہذیب اور اس کا تزکیہ ہے، تاکہ اس کو رفیق اعلیٰ کی صحبت کی سیر کے لئے تیار کر دے[2]"

حضرت جنید کے قول اذا اراد الله بالمريد خيراً اوقعه على الفقراء ومنعه صحبة القراء کی شرح میں لکھتے ہیں :-

"قاری سے مراد ان لوگوں کے نزدیک وہ شخص ہے کہ جس کا رجحان عبادات کے ظاہر کی طرف ہو، اور اہلِ تصوف

---

[1] مدارج السالکین جلد ۳ صـ ۸۹

[2] " " " جلد ۲ صـ ۱۷۷

Marfat.com

اربابِ قلوب اور اہلِ معارف کے پاس جو ارواحِ معارف
حقائقِ ایمان، رُوحِ محبت اور اعمالِ قلوب ہیں ان کو
اس کی خبر نہیں ہے۔ پس جنید کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ
جب کسی پر خدا کا فضل ہوتا ہے اس کو صوفیہ کے پاس
جانے کی توفیق ملتی ہے جو اس کے اخلاق کی تہذیب
کرتے ہیں، ذمائم اخلاق کا ازالہ کرتے ہیں، منازلِ طریق
کی خبر دیتے ہیں، اور قراء صرف ظاہری عبادات پر
لگاتے ہیں، اور اعمال کی چاشنی نہیں چکھاتے ہیں۔"

ظ ابن قیم اس سلسلہ میں اپنا مشورہ دیتے ہیں:—

"ہوشمند کا کام یہ ہے کہ ہر جگہ سے وہ اپنا حصہ لے،
اور ہر جماعت سے بہتر معاملہ کرے، یہ طریقہ صادقین
کا ہے[۱]۔"

ی تصوف اور صحیح صوفیہ کے متعلق شیخین کی تصریحات بالا کے بعد کیسے کہا جا سکتا ہے کہ
ضرات تصوف کے مخالف تھے!—

اصل یہ ہے کہ ناقدین کو غلط فہمی ہے، ابن تیمیہؒ اور ابن قیم کی تنقید صحیح تصوف اور

---

۱ مدارج السالکین جلد ۲ صـ ۲۰۶

Marfat.com

اہلِ حق صوفیہ پر نہیں ہے، بلکہ ان کو فلسفیانہ تصوّف سے اختلاف ہے۔
فلسفیانہ تصوّف کسے کہتے ہیں؟ اس کو حضرۃ الاستاذ علاّمہ سیّد سلیمان صاحب ندوی مدظلہٗ کی زبان سے سُنئے :۔

"فلسفیانہ تصوّف سے مقصود الٰہیات کے متعلق حکیمانہ خیالات رکھنا، اور فلاسفہ کی طرح خشک زندگی اختیار کرکے ان کی اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنا ہے، اس فلسفیانہ تصوّف کا ماخذ یونان کا اشراقی اور اسکندریہ کا افلاطونی اسکول ہونا بعض قدیم مسلمان حکماء کے نزدیک بھی مسلم تھا۔"

مشہور حکیم ابوریحان بیرونی کہتا ہے، کہ :۔

"سوف یونانی میں حکمت کو کہتے ہیں، اور اسی سے فیلسوف کو یونانی میں "پیلا سوپا" کہتے ہیں، یعنی حکمت کا عاشق، چونکہ اسلام میں بعض لوگ ان کے قریب گئے، اسلئے وہ بھی اسی نام (صوفیہ) سے پکارے گئے۔"

علاّمہ ابن تیمیہؒ اپنے رسالہ (فی السماع والرقص) میں لکھتے ہیں :۔

"اور ابن سینا نے ایک فلسفہ پیدا کیا، جس کو اُس نے پہلے کے یونانی فلاسفہ اور (مسلمانوں میں سے) بدعتی متکلمین جہمیہ وغیرہ کے خیالات سے ملا کر بنایا تھا، اور

Marfat.com

بہت سی علمی اور عملی باتوں میں وہ اسماعیلی ملحدوں کے راستے پر چلا، اور کچھ باتیں اس میں صوفیہ کی ملا دیں جو حقیقت میں اس کے ہمخیال اسماعیلی قرامطہ باطینہ کے خیالات سے ماخوذ تھیں، کیونکہ ابن سینا کے اہل خاندان مصر کے حاکم بامر اللہ (فاطمی اسماعیلی) کے پیرووں میں تھے یہ لوگ اسی زمانہ میں تھے، اور ان کا مذہب رسائل اخوان الصفا والوں کا مذہب تھا۔"

حاجی خلیفہ چلپی "کشف الظنون" میں تصوف کے ضمن میں لکھتا ہے: "اور جاننا چاہئے کہ حکمائے الٰہیات میں سے اشراقی مشرب اور اصطلاح میں صوفیوں کے مانند ہیں، خصوصاً ان میں سے پچھلے (اشراقی) لیکن فرق صرف ان مسائل میں ہے جن میں اشراقیہ کا مذہب اسلام کے مخالف ہے، اور یہ کچھ بعید نہیں ہے، کہ یہ اصطلاح (تصوف) انھیں کی اصطلاح (سوف) سے ماخوذ ہو، جیسا کہ اس شخص سے چھپا نہیں ہے جس نے اشراقی فلسفہ کی کتابیں دیکھی ہیں۔"

ان حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ فلسفیانہ تصوف، فلسفہ اشراق، جدید افلاطونی الٰہیات اور اخوان الصفا کی تاویلات ایک ہی سرچشمہ کی دھاریں ہیں[1]۔

---

[1] ... خیام (مختصراً)

Marfat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کو اسی فلسفیانہ تصوف سے اختلاف تھا
اور اسی تصوف سے پیدا شدہ مسائل پر وہ کڑی تنقید کرتے تھے. خود ابن تیمیہ کہتے ہیں:

"ان لوگوں نے تصوف میں گفتگو کی، لیکن مسلمانوں کے طریق پر
نہیں، بلکہ فلاسفہ کے طریق پر[1]"

رسالہ علم الظاہر والباطن میں باطنیہ اور قرامطہ کی تلبیسات کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور اسی قسم کی بہت باتیں متکلمین صوفیہ کے کلام میں
راہ پاگئیں[2]"

حافظ ابن قیم زنادقہ صوفیہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: —

"طریق کے رہزن زنادقہ صوفیہ اور ملاحدہ وہ ہیں جو
پیغمبر کی پیروی کو طریق میں ضروری نہیں جانتے ہیں[3]"

شیخین بلکہ تمام علماء حق کی مخالفت اسی طبقہ صوفیہ سے ہے، ورنہ جہاں تک صحیح تصوف
اور اہل حق صوفیہ کا معاملہ ہے، شیخین ان کا اعتراف اور پورا احترام کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ
ایک موقع پر فرماتے ہیں، کہ: —

---

[1] جلاء العینین ص ۳۴

[2] مجموعۂ رسائل منیریہ (اول)

[3] مدارج السالکین۔

Marfat.com

"صوفیہ میں بعض متکلمین کے طریق پر ہیں، اور بعض اہلِ فلسفہ کے طریق پر، اور ایک جماعت وہ ہے جو اہلِ حق کے مسلک پر اور سنّت پر ہے، جیسے فضیل، اور تمام وہ لوگ جن کا (امام قشیری نے) رسالہ میں ذکر کیا ہے[1]"

رسالۂ قشیریہ بڑی آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے، اس میں تراسی ۸۳ اکابر صوفیہ کا ذکر ہے، ابن تیمیہ ان کو مسلک اہل السنۃ پر مانتے ہیں، اور یہی وہ حضرات ہیں کہ محققین صوفیہ آج بھی انھیں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ اپنے رسالہ "فی السماع والرقص" میں غالی متصوفین کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"یہ لوگ محققین صوفیہ اور ان کے آئمہ کے برعکس ہیں"

معلوم ہوا کہ ابن تیمیہؒ کو محققین صوفیہ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حافظ ابن قیم نے مدارج السالکین میں صوفیہ کی چار قسمیں ان کے احوال کے اعتبار سے بیان کی ہیں، اور ان کی مدح فرمائی ہے[2]۔

ایک موقع پر فرماتے ہیں، کہ:۔

"حضرات صحابۂ کرام اور امت کے دوسرے کاملین

---

[1] جلاء العینین ص۳۵

[2] مدارج السالکین (جلد ۳) ص۸

Marfat.com

علم اور حال دونوں کے جامع تھے، جب اہلِ علم اور
اہلِ حال میں تفریق ہو گئی، اسی وقت سے نقص اور
خلل پیدا ہو گیا[1]"

ابو العباس بن العریف نے اپنی کتاب "محاسن المجالس" میں محبت اور شوق پر گفتگو کی ہے، حافظ ابن قیم اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہم ان کے کلام کو ذکر کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں
اللہ تعالیٰ نے جو مضامین منکشف فرمائے ہیں اُن کو بھی
نفع کی اُمید پر لکھتے ہیں، اللہ اپنے بندہ پر احسان فرمائے
اور اس کو علم سے حال کی طرف اور وصف سے اتصاف کی طرف
لے جائے (یعنی اس کے علم کو ان کا حال بنا دے، اور ان
اوصاف کا متصف بنا دے[2]"

باب الذوق میں فرماتے ہیں، کہ:۔

"جن لوگوں نے ایمان کا دعویٰ کیا، لیکن وہ صاحبانِ ذوق
نہ تھے، حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اپنے کو مومن نہ کہو مسلم کہو
قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا

---

[1] مدارج السالکین (جلد ۳) ص۲۴۴ - [2] طریق الہجرتین ص۲۸۰

Marfat.com

اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم

پس یہ لوگ مسلمان ہیں، مومن نہیں، اسلئے کہ ایمان ان کے دل کے اندر رچا نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ صاحبِ ذوق نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، یا ان کے اعمال کے اجر میں کمی ہو گی (البتہ صاحبِ ذوق کا معاملہ ہی دوسرا ہے) ذوق ایک باطنی امر ہے، اور عمل اس کا نشان ہے، پس اعمال علوم وعقائد کے ثمرات ہیں، اور یقین سے جہاد اور احسان کے مقامات پیدا ہوتے ہیں[1]"

ذرا غور کیجئے کہ یہ جلیل القدر شیخ اذواق صحیحہ اور احوال صالحہ (جو کہ ثمراتِ مجاہدات میں سے ہیں) کا کیسا مدّاح ہے؟۔

"مدارج السالکین" میں امام شافعیؒ کا ایک قول نقل کرتے ہیں، کہ:۔

"میں نے صوفیہ کی صحبت اختیار کی، اور انکی دو باتوں سے بڑا نفع اٹھایا، ایک یہ کہ وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تم کو کاٹ دے گا، اور دوسری بات یہ کہ

---

[1] مدارج السالکین۔ (جلد ۳) ص۵۸

Marfat.com

اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کرو گے تو وہ تم کو باطل
میں مشغول کر دے گا۔"

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں، کہ:۔

"یہ کتنے قیمتی فقرے ہیں، اور اپنے قائل کے علو ہمت پر
دلالت کرتے ہیں، اور امام شافعیؒ کی یہ منقبت اس طبقہ
(صوفیہ) کی جلالت شان کے لئے کافی ہے۔"[1]

شیخین کو صوفیہ کے جس مسئلہ سے زیادہ تر اختلاف تھا وہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ تھا،[2]
جس وحدۃ الوجود سے ان کو اختلاف تھا اس کی حقیقت بھی انھیں کی زبان سے سُن لیجئے:۔

"اس وحدۃ الوجود کی غایت یہ ہے کہ اسکے ماننے والے
عبد اور معبود خالق اور مخلوق آمر اور مامور طاعت اور
معصیت میں فرق نہیں کرتے"[3]

ملاحدہ اہل وحدۃ الوجود کے نزدیک غیر حق، عین حق میں
گم ہو جاتا ہے، بلکہ غیر حق کا وجود نفس حق کا وجود ہوتا ہے
حس دونوں وجودوں میں فرق کرتا ہے، لیکن جب حس

---

[1] مدارج السالکین (جلد ۳) ص۸ [2] القول الجلی برحاشیہ جلاء العینین ص۴۷
[3] طریق الہجرتین ص۲۲۳

Marfat.com

غائب ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے کہ غیر حق کا وجود عین حق ہے[1]"

اس وحدۃ الوجود کے متعلق خود محققین صوفیہ کا مسلک کیا ہے؟ ذرا اس کو بھی گوش ہوش سے سُنئے۔ حکیم الامت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی کا ارشاد ہے:—

"عینیت کے یہ معنی نہیں کہ دونوں ایک ہو گئے، یہ تو صریح کفر ہے[2]"

اب اس مسئلہ کی اصل حقیقت بھی مولٰنا رحمۃ اللہ علیہ سے سمجھ لیجئے:—

"گو ممکنات موجود ہیں، کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان کو وجود دیا ہے، موجود کیوں نہ ہوتے، مگر وجود حق کے روبرو ان کا وجود نہایت ناقص و ضعیف و حقیر ہے، اسلئے وجود ممکن کو وجود حق کے روبرو گو عدم نہ کہیں گے مگر کالعدم ضرور کہیں گے، جب یہ کالعدم ہوا تو وجود متعدد نہ رہا ایک ہی رہ گیا یہی معنی ہیں وحدۃ الوجود کے! کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ ہے ایک ہونا وجود کا۔ سو ایک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دوسرا گو ہے سہی، مگر ایسا ہی ہے جیسا نہیں، مگر اس کو ادعاً

---

[1] مدارج السالکین (جلد ۳) ص۸۷

[2] تعلیم الدین ص۹۵

وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے ـــــ اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی
میں توحید کہتے ہیں جس کی تحصیل کوئی کمال نہیں، اور جب
یہ سالک کا حال بن جائے تو اس مرتبہ میں فنا کہلاتا ہے،
یہ البتہ مطلوب و مقصود ہے، اور یہی حاصل ہے وحدۃ الشہود کا
جس کی دلالت اس معنی پر بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اس کا
ترجمہ ہے، ایک ہونا شہود کا، کہ واقع میں تو ہستی متعدد ہیں
مگر سالک کو ایک ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور سب کالعدم
معلوم ہوتے ہیں ـــــ پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود
میں اختلاف لفظی ہے کما قال مرشدی مگر چونکہ وحدۃ الوجود
کے معنی عوام میں غلط مشہور ہو گئے تھے اسلئے بعض محققین نے
اس کا عنوان بدل دیا[1]"

مسئلہ کی اس تفصیل کو ذہن میں رکھئے، اور اب دیکھئے کہ شیخین کے ارشادات اس سلسلہ میں کیا ہیں؟
حافظ ابن قیمؒ کی ایک تقریر کا مفہوم حسب ذیل ہے :-

---

[1] کلید مثنوی شرح شعر :- ؎

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ
زندہ معشوق است و عاشق مردۂ

Marfat.com

"جس طرح انوارِ مخلوقہ نورِ حق کے سامنے، اور علمِ خلق علمِ حق کے سامنے، اور مخلوق کی قدرت خدا کی قدرت کے سامنے مضمحل ہے، اسی طرح زمان، دہر، اور وقت دوامِ الٰہی کے سامنے مضمحل ہے ـــــ جب سالک پر یہ استغراق طاری ہوتا ہے قوتِ تمیز کمزور ہوتی ہے اور حال غالب ہوتا ہے تو اہلِ استقامت کی زبان سے نکل جاتا ہے، کہ

ما فی الوجود الا اللہ - ما ثم موجود الحقیقہ الا اللہ

هناك يفنى من لم يكن ويبقى من لم يزل بے شبہ وجودِ حق اور اس کا دوام جب ماسوی پر غالب آتا ہے تو ہر چیز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ وہ نہیں ہے، اور یہیں سے وحدۃ الوجود کے قائلوں کو غلط فہمی ہوگئی کہ واقعی کوئی دوسرا وجود نہیں ہے، اور اس قسم کے مشتبہ کلمات کو (جو اہلِ استقامۃ کی زبان سے نکل گئے) انھوں نے اپنے کفر کا سنگِ بنیاد قرار دے دیا۔"[1]

---

[1] مدارج السالکین جلد ۳ ص۸۶ ۔ اس بحث کو طریق الہجرتین ص۳۴۴ نیز مدارج السالکین جلد اول ص۸۳ میں ملاحظہ کیا جائے۔ ۱۲

Marfat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فناء کی تین قسمیں کرتے ہیں:- پہلی فناء انبیاء اور کاملین اولیاء کا حصہ ہے، دوسری قسم قاصدین اولیاء وصالحین کو نصیب ہوتی ہے، اس دوسری قسم کی ضمن میں شیخ فرماتے ہیں:-

"دوسری قسم ماسوا کے شہود سے فناء ہے، اور یہ اکثر سالکین کو پیش آتی ہے، خدا کی محبت، عبادت اور یاد کی طرف انجذاب سے یہ صورت پیدا ہوتی ہے، محبوب و مطلوب کا استغراق غیر کا شعور نہیں باقی رہنے دیتا ہے، پس موجود کا وجود، مشہود کا شہود، اور مذکور کا ذکر اس سے غائب ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ مخلوق (اس کی نگاہ میں) فنا ہوجاتی ہے، اور صرف خدا باقی رہ جاتا ہے (چونکہ پہلی قسم کی فناء سے اس فنا کا درجہ کم ہے، اسلئے) انبیاء اور اکابر اولیاء اللہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور سابقین اول کو یہ فنا پیش نہیں آئی ان امور کی ابتداء تابعین کے عہد سے ہوئی ہے، اور شیوخ صوفیہ میں سے مثلاً ابو یزیدؒ، ابو الحسن نوریؒ، ابو بکر شبلیؒ وغیرہ کو یہ حالات پیش آئے، اور ان کے سوا ابو سلیمان دارانی معروف کرخیؒ، فضیل بن عیاضؒ، بلکہ جنیدؒ کو بھی یہ صورت پیش نہیں آئی[1]"

---

[1] العبودیتہ ص۹۸

Marfat.com

غور کیجئے کہ محققین صوفیہ کے وحدۃ الوجود یا وحدۃ الشہود میں، اور شیخین کی بیان کردہ اس فنا میں کیا فرق ہے؟۔

کوئی شبہ نہیں کہ فنا کے اس مرتبہ کو شیخین وہ اہمیت نہیں دیتے ہیں جو فنا کی پہلی قسم کو ان کے نزدیک حاصل ہے، مگر اس مرتبہ کو نہ صرف یہ کہ وہ گمراہی نہیں قرار دیتے ہیں بلکہ اقرار کرتے ہیں کہ حضرات تابعین کے وقت سے یہ کیفیات پیدا ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

حافظ ابن قیمؒ کی وسعتِ خیال کا تو یہ عالم ہے کہ اگر سالک غلبۂ حال میں "سبحانی" یا "مافی الجبۃ الا اللہ" کہہ دے، تو وہ اس کو بھی معذور اور معافی کے لائق جانتے ہیں۔[1]

قصہ مختصر یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیم کا حوالہ دیکر نصوص صحیح کی مخالفت کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں ہے! ان دونوں بزرگوں کی کتابوں[2] کو پڑھا جائے

---

[1] مدارج السالکین جلد اول ص۸۳ و طریق الہجرتین۔

[2] فن تصوف پر حافظ ابن قیمؒ کی سب سے مفصل کتاب "مدارج السالکین" ہے، جو تین جلدوں میں علامہ رشید رضا مصری مرحوم کے اہتمام میں چھپی ہے، اس کے ٹائیٹل پیج پر درج ہے:-

"یہ وہ کتاب ہے جس میں تصوف اور معارف الٰہیہ کے حقائق کتاب و سنت اور سلف صالح کے مطابق بیان کئے گئے ہیں! مصر کے ایک مشہور عالم شیخ حامد فقی (جو شیخین کے خاص محبین میں سے ہیں اور ان کے علوم کی نشر و اشاعت کا بہت شوق رکھتے ہیں) کو بڑا غم ہے کہ حافظ ابن قیمؒ نے اس کتاب میں شیوخ صوفیہ سے بکثرت

(بقیہ ص۱۰۴ پر)

Marfat.com

دیکھا جائے کہ یہ مسائل تصوف پر کیسی عالمانہ بحث فرماتے ہیں، مشائخ کے اقوال نقل کرتے ہیں، صحیح و سقیم میں امتیاز کرتے ہیں، راجح و مرجوع میں فرق فرماتے ہیں، صوفیہ کے درمیان مختلف فیہ مباحث میں محاکمہ کرتے ہیں، اگر یہ اس راہِ حق کے رہرو اور بحرِ معرفت کے شناور نہ ہوتے تو اس فن میں یہ مرتبہ پانا ممکن نہ تھا، اقوال کے سوا

(صـ۱۰۳ کا بقیہ حاشیہ)

نقل کیوں کیا ہے، اور ان کے کلام کو اسلامی کیسے قرار دے دیا ہے؟ (حاشیۃ العبودیۃ صـ۲۹).

شیخ حامد کو یہی شکایت ابن تیمیہؒ سے بھی ہے کہ انھوں نے مشائخ صوفیہ کی تعریف کیوں کی ہے؟ (حواشی العبودیۃ) اللہ اکبر! یہ الناس اعداء لما جھلوا کی کیسی دردناک صورت حال ہے؟ ابن تیمیہؒ اور ابن قیم کی ہر رائے بہتر اور قابل ترجیح، لیکن جب وہ کوئی ایسی چیز بیان کریں جس کو اپنا نفس نہ قبول کرے تو وہ کسی دلیل کے بغیر رد کر دی جائے؟ ——— علامہ رشید رضا مصری نے اس کتاب پر ایک مقدمہ لکھا ہے، انھوں نے بھی تصوف کے متعلق عام خیال بہتر نہیں ظاہر کیا ہے مگر مجبوراً یہ اقرار کرتے ہیں کہ بے شبہ صوفیہ، صوفیۂ حقائق ہیں جن کے سامنے فقہاء و متکلمین کی گردنیں جھک گئی ہیں، اور یہ درحقیقت علماء حکماء ہیں ——— اسی دیباچہ میں کہتے ہیں، کہ صالح صوفیہ نے اسرارِ شریعۃ کے بیان اور تربیت اخلاق کے ذریعہ سے اسلام کی خدمت کی ہے!"

Marfat.com

خود ان کے احوال کو ملاحظہ کیجئے، ذکرِ الٰہی کی کثرت، عبادات میں خشوع وخضوع اور تبتل الی اللہ کا کیا عالم تھا؟ اگر طولِ بحث کا خوف نہ ہوتا تو میں اُن احوال کو نقل کرتا جو حافظ ابن قیمؒ نے "مدارج السالکین" میں ابواب تصوف کے ماتحت حافظ ابن تیمیہؒ کے متعلق نقل فرمائے ہیں، یہی اسباب ہیں کہ ملا علی قاریؒ نے صراحۃً فرمایا ہے، کہ:—

"جو شخص منازل السائرین کی شرح (مدارج السالکین) کو دیکھے گا اُس پہ واضح ہو جائے گا کہ یہ دونوں حضرات (ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ) نہ صرف یہ کہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں، بلکہ اس امت کے اولیاء میں سے ہیں[1]"

حافظ ابن رجب حنبلی کہتے ہیں:—

"ابن قیمؒ کو تصوف میں بڑا مرتبہ حاصل تھا، اور ان کو اذواق ومواجید صحیحہ کا بڑا حصہ ملا تھا جس پر انکی کتابیں شاہد ہیں[2]"

ان حقائق کے انکشاف کے بعد ہمارے ناقدین اور معترضین شیخین کی کتابوں کو پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ ان بزرگوں کو کس تصوف سے اختلاف تھا؟ —

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صـ۴۲۷ —

[2] جلاء العینین صـ۲۰ —

Marfat.com

اور اگر فلسفیانہ تصوف کے سوا صحیح تصوف میں بھی کسی موقع پر انھوں نے اختلاف رائے ظاہر کیا ہے تو اس پر غور کیجیے کہ یہ اختلاف تصوف کے اصول و مقاصد سے ہے یا فروع میں، آپ یقین کریں گے ان دونوں بزرگوں کو تصوف کے اصول اور مقصد سے مخالف کہیں نہ پائیں گے باقی فروع میں اختلاف کوئی اہم چیز نہیں ہے۔ نیز یہ امر بھی ذہن نشیں رہے کہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ با ایں ہمہ جلالت قدر و رفعت شان، بہرحال غیر معصوم انسان تھے، جس طرح دوسروں کی رائے غلط ہو سکتی ہے اسی طرح وہ بھی غلطی کر سکتے ہیں، اور ان کا اختلاف مسئلہ کے سقم کی نشانی نہیں ہے۔

اور اگر ان کا اختلاف صحیح بھی ہے تو کسی مسئلہ میں اختلاف کے یہ کب معنی ہیں کہ پورے فن کے مخالف تھے، بہتر ہو کہ ہمارے ناقدین خود حافظ ابن قیم کی رائے کو قبول کریں جو انھوں نے شطحات صوفیہ کے ضمن میں ظاہر کی ہے، فرماتے ہیں:۔

"ان شطحات سے دو مصیبتیں پیدا ہوئیں، ایک یہ کہ ان شطحات کی وجہ سے ایک جماعت ان بزرگوں سے بدظن ہو گئی اور ان کی پاکیزگی نفس، صدق معاملہ، اور محاسن ان سے چھپ گئے، اور ان حضرات کا مطلقاً انکار کر دیا گیا، لوگ ان سے بدگمان ہو گئے، حالانکہ یہ صریحی زیادتی ہے، کیونکہ جس شخص سے کوئی غلطی ہو جائے اگر اس کے تمام محاسن کا انکار کر دیا جائے تو تمام علوم اور

Marfat.com

صناعات بیکار ہو جائیں، اور انکے نشانات مٹ جائیں!۔

—— دوسری مصیبت یہ کہ بعض لوگوں نے ان بزرگوں کے محاسن، صفاء قلب، اور حُسنِ معاملہ کو دیکھ کر انکے شطحات کو بھی قبول کر لیا، ان سب میں صحیح تر وہ لوگ ہیں جو ہر چیز کو اپنے مرتبہ میں رکھتے ہیں، صحیح کو قبول کرتے ہیں، اور غلط کو رد کرتے ہیں[1]۔"

یہی حافظ ابن قیمؒ "مدارج السالکین" میں ایک موقع پر شیخ الاسلام ہروی سے اختلاف کرتے ہیں، مگر فوراً ناظرین کو متنبہ کرتے ہیں، کہ: —

"یہ غلطی شیخ الاسلام سے بدظن نہ کر دے اور اُنکے محاسن کو نظر سے گرا نہ دے، اسلئے کہ علم امامت معرفۃ اور سلوک میں ان کا جو مرتبہ ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے[2]۔"

حافظ موصوف کی یہی انصاف پسندی ہے، کہ شیخ الاسلام حبیبٌ الینا والحق احبّ الینا منہ[3] کے پیش نظر وہ ہروی سے جا بجا اختلاف بھی کرتے ہیں، لیکن ان کے

---

[1] مدارج السالکین جلد ۲ ص۳۰

[2] 〃 〃 جلد ۱ ص۱۰۱

[3] 〃 〃 جلد ۲ ص۱۰۱

Marfat.com

محاسن اور رسوخ علم کے اعتراف میں بھی پیش پیش ہیں، ایک موقع پر کہتے ہیں:۔

"استشهاده بهذه الآية في هذا الباب
يدل على رسوخه في العلم والمعرفة
والقرآن [۱]"

اور انجام کار یہی حافظ ابن قیم انھیں صوفی شیخ الاسلام ہروی کے متعلق یہ کہتے ہیں، کہ:۔

"اللہ شیخ الاسلام کی سعی کو مشکور فرمائے، اُن کے درجے
بلند فرمائے، اُن کو بہترین جزا دے، اور اُنکے محل کرامۃ
میں ہم کو اور اُن کو جمع فرمائے [۲]"

اب خاتمۂ سخن پر خاکسار کو یہ عرض کرنا ہے کہ جن لوگوں کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حافظ ابن قیمؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمہم اللہ سے حُسنِ ظن ہے ان کو علماء حق میں سے جانتے ہیں یا تو وہ یہ فیصلہ کریں کہ یہ سب حضرات با ایں ہمہ اتباع سنّت ایک غلط چیز کو قبول کرنے میں متفق ہوگئے تھے؟ اور ان سب نے عمداً یا جہلاً اُمّت کو نادرست چیز کی تعلیم و تلقین کی؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خود اپنے متعلق غور کریں، کہ کہیں اس باب میں انھیں سے تو غلطی نہیں ہو رہی ہے؟۔

---

[۱] مدارج السالکین جلد ۳ صـ۱۲۶

[۲] مدارج السالکین جلد ۲ صـ۲۷

Marfat.com

ناچیز راقم کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ ہمارے یہ معترضین و ناقدین اپنے اعتراض و تنقید کے وقت اس مروجہ تصوف کو پیش نظر رکھتے ہیں جس کی بارگاہ میں گستاخی کے مجرم ہم نیاز مند بھی ہیں، فرق یہ ہے کہ ہم جس طرح اسرائیلیات کی بناء پر تفسیر کو، موضوعات کی بناء پر فن حدیث کو اور مرجوع مسائل کی بنا پر دفاتر فقہ کو رد نہیں کرتے ہیں، اسی طرح تصوف کے نام پر آج بہت سی خانقاہوں اور مزاروں پر جو کچھ ہوتا ہے اسکی بناء پر نفس تصوف کو ہم رد نہیں کرتے ہیں، بلکہ بحمداللہ اصل اور نقل کے امتیاز کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

Marfat.com

(٧)

اہلِ تصوف اور دینی جدوجہد

(از، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں بہت سی چیزیں بعض خاص اسباب کی بنا پر بغیر علمی تنقید و تحقیق کے تسلیم کرلی جاتی ہیں اور ان کو ایسی شہرت و مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے کہ اگرچہ ان کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہوتی مگر خواص بھی ان کو زبان و قلم سے بے تکلف دہرانے لگتے ہیں۔

انہیں مشہورات بے اصل میں سے یہ بات بھی ہے کہ تصوف، تعطل و بے عملی، حالات سے شکست خوردگی اور میدان جدوجہد سے فرار کا نام ہے۔

Marfat.com

لیکن عقلی و نفسیاتی طور پر بھی اور علمی اور تاریخی حیثیت سے بھی ہمیں اس دعوے کے خلاف مسلسل طریقہ پر داخلی و خارجی شہادتیں ملتی ہیں۔

سیرت سید احمد شہید رحؒ میں تزکیہ و اصلاح باطن کے عنوان کے ماتحت خاکسار راقم نے حسب ذیل الفاظ لکھے تھے، جس میں آج بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی، اور اس حقیقت پر پہلے سے زیادہ یقین پیدا ہو گیا ہے۔

"یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سرفروشی و جاں بازی، جہاد و قربانی اور تجدید و انقلاب و فتح و تسخیر کے لیے جس روحانی و قلبی قوت، جس وجاہت و شخصیت، جس اخلاص و للٰہیت، جس جذب و کشش اور جس حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہے وہ عبادات و قانت روحانی ترقی، صفائی باطن، تہذیب نفس، ریاضت و عبادت کے بغیر نہیں پیدا ہوتی اس لیے آپ دیکھیں گے کہ جنھوں نے اسلام میں مجددانہ یا مجاہدانہ کارنامے انجام دیے ہیں، ان میں سے اکثر افراد روحانی حیثیت سے بلند مقام رکھتے تھے، ان آخری صدیوں پر نظر ڈالیے، امیر عبدالقادر الجزائری مجاہد جزائر، محمد احمد السودانی (مہدی سوڈانی) سیدی احمد شریف السنوسی (امام سنوسی) کو آپ اس میدان کا مرد پائیں گے، حضرت سید احمد ایک مجاہد و قائد کے علاوہ اور اس سے پہلے ایک عزیز القدر روحانی پیشوا اور بہمشل شیخ الطریقت تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مجاہدات و ریاضیات، تزکیہ نفس اور قرب الٰہی سے عشق الٰہی اور جذب و شوق کا جو مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس میں ہر رونگٹے سے یہی آواز آتی ہے۔

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

اس لیے روحانی ترقی اور کمال باطنی کا آخری اور لازمی درجہ شوق شہادت ہے اور مجاہدے کی تکمیل جہاد ہے۔[1]

نفسیاتی پہلو سے غور کیجیے گا تو معلوم ہوگا کہ یقین اور محبت ہی وہ شہپر ہیں جن سے جہاد و جد وجہد کا شہباز پرواز کرتا ہے، مرغوبات نفسانی، عادات و مالوفات مادّی مصالح و منافع، اغراض و خواہشات کی پستیوں سے وہی شخص بلند ہو سکتا ہے اور لکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ کے دام ہمرنگ زمین سے وہی شخص نکل سکتا ہے جس میں کسی حقیقت کے یقین اور کسی مقصد کے عشق نے پارہ کی "تقدیر سیمابی" اور بجلیوں کی بے تابی پیدا کر دی ہو،

انسانی زندگی کا طویل ترین تجربہ ہے کہ محض معلومات و تحقیقات، اور مجرد قوانین و ضوابط، اور صرف نظم و ضبط، سرفروشی و جاں بازی بلکہ سہل ترا ایثار و قربانی کی طاقت و آمادگی پیدا کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہے، اس کے لیے اس سے کہیں زیادہ گہرا اور طاقتور تعلق، اور ایک ایسی روحانی لالچ اور غیر مادی فائدہ کے یقین

---

[1] سیرت سید احمد شہید طبع ثانی ص

کی ضرورت ہے کہ اس کے مقابلہ میں زندگی بار دوش معلوم ہونے لگے کسی ایسے ہی موقع اور حال میں کہنے والے نے کہا تھا۔

جان کی قیمت دیار عشق میں ہے کوئے دوست

اس نوید جاں فزا سے سر بال دوش ہے

اس لیے کم سے کم اسلام کی تاریخ میں ہر مجاہدانہ تحریک کے سر پر ایک ایسی شخصیت نظر آتی ہے جس نے اپنے حلقۂ مجاہدین میں یقین و محبت کی یہی روح پھونک دی تھی، اور اپنے یقین و محبت کو سیکڑوں اور ہزاروں انسانوں تک منتقل کرکے ان کے لیے تن آسانی اور راحت طلبی کی زندگی دشوار اور پامردی اور شہادت کی موت آسان و خوش گوار بنا دی تھی، اور ان کے لیے جینا اتنی ہی مشکل ہو گیا تھا جتنا دوسروں کے لیے مرنا مشکل تھا، یہی سرحلقہ وہ امام وقت ہے جس کے متعلق اقبال مرحوم نے کہا ہے:-

ہے وہی تیرے زمانہ کا امام برحق | جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینہ میں تجھکو دکھا کر رخ دوست | زندگی اور بھی تیرے لیے دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے | فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

معمولی و معتدل حالات میں قوموں کی قیادت کرنے والے، فتح و شکست کی حالت میں لشکروں کو لڑانے والے ہر زمانہ میں ہوتے ہیں اس کے لیے کسی غیر معمولی یقین و شخصیت کی ضرورت نہیں لیکن مایوس کن حالات اور قومی انتشار

کی کیفیات میں صرف وہی مرد میدان حالات سے کش مکش کی طاقت رکھتے ہیں، جو اپنے خصوصی تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ اور قوت ایمانی و روحانی کی وجہ سے خاص یقین و کیفیت عشق کے مالک ہوں، چناں چہ جب مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے کئی دفعے آئے کہ ظاہری علم و حواس و قوت مقابلہ نے جواب دے دیا، اور حالات کی تبدیلی امر محال معلوم ہونے لگی تو کوئی صاحب یقین و صاحب عشق میدان میں آیا، جس نے اپنی، "جرأت رندانہ" اور کیفیت عاشقانہ سے زمانہ کا بہتا ہوا دھارا بدل دیا، اور اللہ تعالیٰ نے یخرج الحی من المیت اور یحیی الارض بعد موتہا کا منظر دکھا دیا۔

تاتاریوں نے جب تمام عالم اسلام کو پامال کر کے رکھ دیا جلال الدین خوارزم شاہ کی واحد اسلامی سلطنت اور عباسی خلافت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا، تو تمام عالم اسلام پر یاس و مردنی چھا گئی۔ تاتاریوں کی شکست ناممکن الوقوع چیز سمجھی جانے لگی اور یہ مثال زبان و ادب کا جزو بن گئی کہ اذا قیل لک ان التتر انھزموا فلا تصدق (اگر تم سے کوئی کہے کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی تو کبھی یقین نہ کرنا) اس وقت کچھ صاحب یقین و صاحب قلوب مردان خدا تھے جو مایوس نہیں ہوئے اور اپنے کام میں لگے رہے یہاں تک کہ تاتاری سلاطین کو مسلمان کر کے صنم خانہ سے کعبہ کے لیے پاسباں مہیا کر دیے۔

Marfat.com

ہندوستان میں اکبر کے دور میں ساری سلطنت کا رُخ الحاد و لادینیت کی طرف ہو گیا، ہندوستان کا عظیم ترین بادشاہ ایک وسیع و طاقتور سلطنت کے پورے وسائل و ذخائر کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا، اس کو اپنے وقت کے لائق ترین و ذکی ترین افراد اس مقصد کی تکمیل کے لیے حاصل تھے، سلطنت میں ضعف و پیرانہ سالی کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے کہ کسی فوجی انقلاب کی امید کی جاسکے، علم و ظاہری قیاسات کسی خوش گوار تبدیلی کے امکان کی تائید نہیں کرتے تھے۔ اس وقت ایک درویش بے نوا نے تن تنہا اس انقلاب کا بیڑا اٹھایا، اور اپنے یقین و ایمان، عزم و توکل اور روحانیت و للّہیت سے سلطنت کے اندر ایک ایسا اندرونی انقلاب شروع کیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین اپنے پیشرو سے بہتر ہونے لگا، یہاں تک کہ اکبر کے تخت سلطنت پر بالآخر محی الدین اورنگ زیب نظر آیا، اس انقلاب کے بانی، امام طریقت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی تھے۔

انیسویں صدی عیسوی میں جب عالم اسلام پر فرنگی "تاتاریوں" یا مجاہدین صلیب کی یورش ہوئی تو ان کے مقابلہ میں عالم اسلام کے ہر گوشہ میں جو مردان کار سر سے کفن باندھ کر میدان میں آئے، وہ اکثر و بیشتر شیوخ طریقت اور اصحاب سلسلہ بزرگ تھے جن کے تزکیۂ نفس اور سلوک راہ نبوت نے ان میں دین کی حمیّت، کفر کی نفرت، دنیا کی زندگی کی حقارت اور شہادت کی موت کی قیمت دوسروں سے زیادہ پیدا کر دی تھی، الجزائر (مغرب) میں امیر عبد القادر نے فرانسیسیوں کے

Marfat.com

خلاف علم جہاد بلند کیا اور ۱۸۳۲ء سے ۱۸۴۷ء تک نہ خود چین سے بیٹھے، نہ فرانسیسیوں کو چین سے بیٹھنے دیا، مغربی مورخین نے ان کی شجاعت، عدل وانصاف، نرمی و مہربانی اور علمی قابلیت کی تعریف کی ہے۔

یہ مجاہد، ذوقاً وعملاً صوفی اور شیخ طریقت تھا، امیر شکیب ارسلان نے ان الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

وكان المرحوم الامير عبد القادر متضلعاً من العلم والادب سامي الفكر راسخ القدم في التصوف لا يكتفي به نظراً حتى يمارسه عملاً ولا يحن اليه شوقاً حتى يعرفه ذوقاً وله في التصوف كتاب سماه (المواقف) فهو في هذا المشرب من الافراد الافذاذ ربما لا يوجد نظيره في المتاخرين۔[له]

امیر عبد القادر مرحوم پورے عالم وادیب، عالی دماغ اور بلند پایہ صوفی تھے، صرف نظری طور پر نہیں بلکہ عملاً اور ذوقاً بھی صوفی تھے، تصوف میں ان کی ایک کتاب (المواقف) ہے۔ وہ اس سلسلے کے یکتائے روزگار لوگوں میں تھے، اور ممکن ہے کہ متاخرین میں ان کی نظیر دستیاب نہ ہوسکے۔

دمشق کے زمانۂ قیام کے معمولات و اوقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

روزانہ فجر کو اٹھتے صبح کی نماز

له حاضر العالم الاسلامی جلد دوم ص۱۰۳

Marfat.com

وكان كل يوم يقوم الفجر ويصلى
الصبح في مسجد قريب من داره في
محلة العمارة لا يتخلف عن ذلك
الا لمرض وكان يتهجد الليل ويمارس
في رمضان الرياضة على طريقة
الصوفية ومازال مثالاً للبر والتقوى
والاخلاق الفاضلة الى ان توفى
رحمه الله سنة ١٨٨٣[1]

اپنے گھر کے قریب کی مسجد میں جو محلۃ العمارہ
میں واقع ہے پڑھتے، سوائے بیماری کی
حالت کے کبھی اس میں ناغہ نہ ہوتا،
تہجد کے عادی تھے اور رمضان میں
حضرات صوفیہ کے طریقہ پر ریاضت
کرتے، برابر سلوک و تقویٰ اور اخلاق
فاضلہ پر قائم رہتے ہوئے ۱۸۸۳ء
میں انتقال کیا۔

۱۸۱۳ء میں طاغستان[2] پر جب روسیوں کا تسلط ہوا، تو ان کا مقابلہ کرنے والے نقشبندی شیوخ تھے، جنھوں نے علم جہاد بلند کیا اور اس کا مطالبہ اور جدوجہد کی کہ معاملات و مقدمات شریعت کے مطابق فیصل ہوں اور قوم کی جاہلی عادات کو ترک کر دیا جائے، امیر شکیب ارسلان لکھتے ہیں:۔

وتولى كبر الثورة علماؤهم
وشيوخ الطريقة النقشبندية

اس جہاد کے علمبردار طاغستان
کے علماء اور طریقۂ نقشبندیہ کے

---

[1] ایضاً ص۱۰۲ [2] طاغستان بحر خزر کے مغربی ساحل پر اسلامی آبادی کا ایک ملک ہے اگر شمالی قفقاز کو اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے تو ۲۰ ـ ۳۰ لاکھ کے درمیان مسلمان آبادی ہوگی ۵۰ء میں ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں مسلمانوں نے اس کو فتح کیا تھا، روس سے پہلے یہ ملک ایران کے زیر اثر تھا۔

Marfat.com

المنتشرة هناك وكانهم
سبقوا سائر المسلمين الى
معرفة كون ضررهم
هو من امراهم الذين اكثرهم
يبيعون حقوق الامة بلقب
ملك او امير وتبوء كرسى
وسرير ورفع علم كاذب
ولذة فارغة باعطاء اوسمة
ومراتب فثاروا منذ ذلك
الوقت على الامراء وعلى
الروسية حاميتهم و
طلبوا ان تكون المعاملات
وفقا لاصول الشريعة
لا للعادات القديمة
الباقية من جاهلية
اولئك الاقوام، وكان
زعيم تلك الحركة

(جو طاغستان میں پھیلا ہوا ہے)
شیوخ تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
انھوں نے اس حقیقت کو عام
مسلمانوں سے پہلے سمجھ لیا تھا کہ اصل
نقصان ان حکام سے پہونچتا ہے
جو خطابات، عہدہ و اقتدار
جھوٹی قیادت و سرداری، عیش
و لذت اور تمغوں اور مرتبوں کی
لالچ میں قوم فروشی کا ارتکاب کرتے
ہیں۔ یہ سمجھ کر انھوں نے ملکی حکام
اور ان کے حامی روسیوں کے خلاف
علم بغاوت بلند کیا، اور اس کا
مطالبہ کیا کہ معاملات کا فیصلہ
شریعت مطہرہ کے مطابق ہو نہ کہ
قوم کی قدیم جاہلی عادات کے
اس تحریک کے قائد غازی محمد
تھے جن کو روسی قاضی ملا کے

Marfat.com

غازی محمد الذی
یلقبه الروس بقاضی
ملا، وکان من العلماء
المتبحرین فی العلوم العربیة
وله تالیف فی وجوب
نبذ تلك العادات
القدیمة المخالفة
للشرع اسمه اقامة
البرهان علی ارتداد عرفاء طاغستان"

لقب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ علوم
عربیت میں بلند پایہ رکھتے تھے، ان
جاہلی عادات کے ترک کرنے کے
بارہ میں ان کی ایک تصنیف
"اقامة البرہان علی ارتداد
عرفاء طاغستان"
(طاغستان کے چودھریوں
اور برادری کے سرداروں کے
ارتداد کا ثبوت) ہے۔

۱۸۳۲ء میں غازی محمد شہید ہوئے ان کے جانشین حمزہ بے ہوئے، ان کے بعد شیخ شامل نے مجاہدین کی قیادت سنبھالی جو بقول امیر شکیب "امیر عبدالقادر الجزائری کے طرز پر تھے اور مشیخت سے امارت ہاتھ میں لی تھی"۔

شیخ شامل نے ۲۵ برس تک روس سے مقابلہ جاری رکھا، اور مختلف معرکوں میں ان پر زبردست فتح حاصل کی، روسی ان کی شوکت اور شجاعت سے مرعوب تھے، اور چند مقامات کو چھوڑ کر سارے ملک سے بے دخل ہوگئے تھے ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۴ء میں شیخ نے ان کے سارے قلعے فتح کر لیے اور بڑا جنگی سامان مال غنیمت میں حاصل کیا، اس وقت حکومت روس نے اپنی پوری توجہ طاغستان کی طرف مبذول کی

Marfat.com

طاغستان میں جنگ کرنے کے لیے باقاعدہ دعوت دی، شعرا نے نظمیں لکھیں اور پے در پے فوجیں روانہ کی گئیں۔ شیخ شامل نے اس کے باوجود بھی مزید دس برس تک جنگ جاری رکھی بالآخر ۱۸۵۹ء میں اس مجاہد عظیم نے ہتھیار ڈالے۔

تصوف و جہاد کی جامعیت کی درخشاں مثال سیدی احمد الشریف السنوسی کی ہے، اطالویوں نے برقہ و طرابلس کی فتح کے لیے پندرہ دن کا اندازہ لگایا تھا، نوآبادیوں اور بادیوں کی جنگ کا تجربہ رکھنے والے انگریز قائدین نے اس پر تنقید کی اور کہا کہ یہ اطالویوں کی ناتجربہ کاری ہے اس مہم میں ممکن ہے تین مہینے لگ جائیں، لیکن نہ پندرہ دن، نہ تین مہینے، اس جنگ میں پورے تیرہ برس لگ گئے، اور اطالوی پھر بھی اس علاقہ کو مکمل طریقہ پر سر نہ کرسکے، یہ سنوسی درویشوں اور ان کے شیخ طریقت سیدی احمد الشریف کی مجاہدانہ جد و جہد تھی جس نے اطالیہ کو پندرہ سال تک اس علاقہ میں قدم جمانے نہیں دیا، امیر شکیب نے لکھا ہے کہ سنوسیوں کے کارنامہ نے ثابت کر دیا کہ طریقہ سنوسیہ ایک پوری حکومت کا نام ہے، بلکہ بہت سی حکومتیں بھی ان جنگی وسائل کی مالک نہیں ہیں جو سنوسی رکھتے ہیں، خود سیدی احمد الشریف کے متعلق ان کے الفاظ ہیں:-

وقد لحظت منه صبرا	مجھے سید سنوسی میں غیر معمولی
قل ان یوجد فی غیرہ	صبر و ثابت قدمی دکھائی دی
من الرجال وعزما	جو کم لوگوں میں دیکھی، الوالعزمی

Marfat.com

شدید انکلوح	ان کے ناصیہ اقبال سے ہویدا ہے
سیماؤہ علی وجھہ	ایک طرف اپنے تقویٰ و عبادت
فیناھوفی تقواہ من	کے لحاظ سے اگر وہ اپنے زمانہ کے
الابدال اذاھوفی	ابدال میں شمار ہونے کے قابل ہیں
شجاعتہ من	تو دوسری طرف شجاعت کے لحاظ
الابطال	سے دلیران زمانہ کی صف میں شامل
	ہونے کے مستحق ہیں۔

امیر شکیب نے صحرا اعظم افریقہ کی سنوسی خانقاہ کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بڑی دل آویز اور سبق آموز ہے، یہ خانقاہ واحۃ الکفرہ میں واقع تھی اور سیدی احمد الشریف کے چچا اور شیخ السید المہدی کے انتظام میں تھی، اور افریقہ کا سب سے بڑا روحانی مرکز اور جہاد کا دارالتربیت تھی، امیر مرحوم لکھتے ہیں:۔

"سید مہدی صحابہ و تابعین کے نقش قدم پر تھے، وہ عبادت کے ساتھ بڑے عملی آدمی تھے، ان کو معلوم تھا کہ قرآنی احکام حکومت و اقتدار کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتے، اس لیے وہ اپنے برادران طریقت اور مریدین کو ہمیشہ شہسواری، نشانہ بازی کی مشق کی تاکید کرتے رہتے، ان میں غیرت اور مستعدی کی روح پھونکتے ان کو گھوڑدوڑ اور سپہگری کا شوق دلاتے رہتے، اور جہاد کی فضیلت واہمیت کا نقش ان کے دل پر

Marfat.com

قائم کرتے، ان کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور مختلف مواقع پر اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے خصوصاً جنگ طرابلس میں سنوسیوں نے ثابت کر دیا کہ ان کے پاس ایسی مادی قوت ہے جو بڑی بڑی حکومتوں کی طاقت سے ٹکرا سکتی ہے اور بڑی باجبروت سلطنتوں کا مقابلہ کر سکتی ہے، صرف جنگ طرابلس ہی میں سنوسیوں کا جوش و غضب ظاہر نہیں ہوا بلکہ علاقۂ کانم اور وادی (سوڈان) میں وہ ۱۳۱۹ھ سے ۱۳۳۲ھ تک فرانسیسیوں سے برسرِ جنگ رہے ہیں۔

سید احمد الشریف نے مجھے سنایا کہ ان کے چچا سید مہدی کے پاس پچاس ذاتی بندوقیں تھیں جن کو وہ بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے ہاتھ سے صاف کرتے اور پونچھتے تھے، اگرچہ ان کے سیکڑوں کی تعداد میں مریدین تھے مگر وہ اس کے روادار نہ تھے کہ یہ کام کوئی اور کرے، تاکہ لوگ ان کی اقتدا کریں اور جہاد کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کے سامان و ذخائر کا اہتمام کریں، جمعہ کا دن جنگی مشقوں کے لیے مخصوص تھا، گھوڑوں کی ریس ہوتی، نشانہ کی مشق ہوتی وغیرہ وغیرہ، خود سید ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہوتے، شہسوار دو حصوں (پارٹیوں) میں تقسیم ہو جاتے اور دوڑ شروع ہوتی، یہ سلسلہ دن چھپے تک جاری رہتا، کبھی کبھی نشانہ مقرر ہوتا اور نشانہ بازی شروع ہوتی، اس وقت علماء و مریدین

Marfat.com

کا نمبر شہسواری و نشانہ بازی میں بڑھا ہی ہوا ہوتا کیوں کہ انکے شیخ کی ان کے لیے خاص تاکید تھی، جو لوگ گھوڑ دوڑ میں بالا جیت لیتے یا نشانہ بازی میں بازی لیجاتے ان کو قیمتی انعامات ملتے، تاکہ جنگی کمالات کا شوق ہو۔

جمعرات کا دن، دستکاری اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے لیے مقرر تھا، اس دن اسباق بند ہوجاتے مختلف پیشوں اور صنعتوں میں لوگ مشغول ہوتے کہیں تعمیر کا کام ہورہا ہوتا کہیں نجّاری، کہیں لوہاری، کہیں پارچہ بافی کہیں دراتی کا مشغلہ نظر آتا، اس دن جو شخص نظر آتا وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتا دکھائی دیتا، خود سیّد مہدی بھی پورے مشغول رہتے تاکہ لوگوں میں عمل کا شوق ہو، سیّد مہدی اور ان سے پہلے ان کے والد ماجد کو زراعت اور درخت لگانے کا بڑا اہتمام تھا، اس کا ثبوت ان کی خانقاہیں اور ان کے خانہ باغ ہیں، کوئی سنوسی خانقاہ ایسی نہیں ملے گی جس کے ساتھ ایک یا چند باغات نہ ہوں، وہ نئے نئے قسم کے درخت دور دراز مقامات سے اپنے شہروں میں منگواتے تھے، انھوں نے کفرہ اور جغبوب میں ایسی زراعتیں اور درخت روشناس کیے جن کو وہاں کوئی جانتا بھی نہیں تھا، بعض طلبا سیّد محمد السنوسی (بانی سلسلہ سنوسیہ) سے کیمیا سکھانے کی درخواست کرتے تھے تو وہ فرماتے تھے کہ کیمیا ہل کے نیچے

Marfat.com

ہو" اور کبھی فرماتے "کیمیا کیا ہے ہاتھ کی محنت اور پیشانی کا پسینہ" وہ طلبا اور مریدین کو پیشوں اور صنعتوں کا شوق دلاتے اور ایسے جملے فرماتے جن سے ان کی ہمت افزائی ہوتی اور وہ اپنے پیشوں اور صنعتوں کو حقیر نہ سمجھتے اور نہ ان میں علماء کے مقابلہ میں احساس کمتری پیدا ہوتا چنانچہ فرماتے تھے "بس تم کو حسن نیت اور فرائض کی پابندی کافی ہے، دوسرے تم سے افضل نہیں" کبھی کبھی اپنے کو بھی پیشہ وروں میں شامل کرکے اور ان کے ساتھ کام میں شرکت کرتے ہوئے فرماتے: "کیا یہ کاغذوں والے (علماء) اور تسبیحوں والے (صوفیہ و ذاکرین) سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے یہاں سبقت لے جائیں گے، نہیں خدا کی قسم وہ ہم سے کبھی سبقت نہیں لیجا سکتے۔" [1]

عالم اسلامی پر سید جمال الدین افغانی مرحوم کی شخصیت و دعوت نے جو اثر ڈالا ہے وہ کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئی "دنیائے اسلام" کے معماروں میں ہیں، سید جمال الدینؒ سرتاپا دعوت و عمل اور ایک شعلۂ جوالہ تھے جس نے افغانستان سے لے کر ترکی تک تمام عالم اسلام میں حمیت اسلامی کی روح اور اتحاد اسلامی کا صور پھونکا، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انکے سوز دروں اور گرمیٔ نفس میں اور ان کی بے چین طبیعت اور مسلسل جد و جہد میں ان کے ذکر قلبی اور باطنی بیداری کو بھی دخل ہے، جس کے بغیر اکثر آدمی مسلسل محنت اور

---

[1] حاضر العالم الاسلامی ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۴

Marfat.com

مخالفتوں اور مایوس کن حالات کا ہمیشہ مقابلہ نہیں کر سکتا، یہی حال ان کے شاگرد رشید اور دست راست شیخ محمد عبدہ کا ہے جو تصوف کے لذت آشنا اور اس کوچہ سے واقف تھے [1]

معاصر دینی تحریکوں میں الاخوان المسلمون کی تحریک سب سے زیادہ طاقتور اور منظم تحریک ہے، اور عالم عربی کے لیے تو وہ احیائے دین اور اسلام کی نشاتِ ثانیہ کی واحد تحریک ہے، اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا زندگی سے پورا ربط ہے اور ممالک عربیہ کی عمومی زندگی پر اس نے بڑا گہرا اور محسوس اثر ڈالا ہے، اس کے بانی شیخ حسن البنا مرحوم کی شخصیت بڑی موثر، دل آویز اور ہمہ گیر شخصیت تھی، وہ سراپا عمل اور مجسم جہد و جہد تھے، نہ تھکنے والے، نہ مایوس ہونے والے، نہ پست ہونے والے سپاہی اور داعی تھے، ان کی ان خصوصیات میں ان کے روحانی نشو و نما اور سلوک کو بڑا دخل ہے، وہ جیسا کہ انھوں نے اپنی خود نوشت سوانح میں تصریح کی ہے طریقۂ حصافیہ شاذلیہ میں بیعت تھے اور باقاعدہ اس کے اذکار و اشغال کی ورزش کی تھی [2]۔ ان کے خواص اور معتمدین نے بیان کیا کہ وہ زندگی کے آخری مصروف ترین دنوں میں بھی اپنے اوراد و معمولات کے پابند رہے۔ اخوان کی پانچویں موتمر ۱۳۵۷ھ میں انھوں نے اخوان کی تحریک کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی تعریف میں حسب ذیل جملے کہے تھے:۔

---

[1] مجھ سے قاہرہ میں مصر کے مشہور فاضل بصنف ڈاکٹر احمد امین بے نے (جن کو شیخ محمد عبدہ سے شخصی واقفیت اور اسباق میں شرکت کا شرف حاصل ہے) سید جمال الدین اور شیخ محمد عبدہ کی اس مناسبت اور اشتغال کا ذکر کیا۔

[2] مذاکرات حسن البنا بقلمہ، الطریقۃ الحصافیہ ص ۱۱–۱۸

Marfat.com

دعوة سلفية وطريقة سنية وحقيقة صوفية وهيئة سياسية وجماعة رياضية ورابطة علمية ثقافية وشركة اقتصادية وفكرة اجتماعية ۱

ایک ایسی جماعت جس میں سلف کی دعوت اہل سنت کا طریقہ تصوف کی حقیقت سیاست، ورزش، علم و ثقافت، اقتصادی تعاون اور اجتماعی فکر جمع ہیں۔

ہندوستان میں تصوف و جہاد کا ایسا عجیب امتزاج و اجتماع ملتا ہے جس کی نظیر دور دور ملنی مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ و تفصیل حاصل ہے کہ ان کی یہ جامعیت مسلمات میں سے ہے اور حد تواتر کو پہونچ چکی ہے۔ ان کے رفقاء جہاد اور ان کے تربیت یافتہ اشخاص کے جوش جہاد، شوق شہادت، محبت دینی، بغض فی اللہ کے واقعات قرون اولی کی یاد تازہ کرتے ہیں، جب کبھی ان کے مفصل واقعات سامنے آئیں گے تو اندازہ ہوگا کہ یہ قرن اول کا ایک بچا ہوا ایمانی جھونکا تھا جو تیرھویں صدی میں چلا تھا، ۲ اور جس نے دکھا دیا تھا کہ ایمان، توحید اور صحیح تعلق باللہ اور راہ نبوت کی تربیت و سلوک میں کتنی قوت اور کیسی تاثیر ہے، اور بغیر صحیح روحانیت اور اصلاح کے پختہ جوش و جذبہ اور ایثار و قربانی اور جاں سپاری کی امید غلط ہے۔

---

۱ رسالۃ المؤتمر الخاص ص ۱۸-۱۹ ۲ ان تفصیلی واقعات کیلئے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید حصہ دوم (غیر مطبوع)

Marfat.com

سید صاحبؒ کے جانشینوں میں مولانا سید نصیر الدین اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی سید صاحب کے پرتو تھے ان کے جانشینوں میں مولانا یحییٰ علی اور مولانا احمد اللہ صادقپوری بھی دونوں حیثیتوں کے جامع تھے۔ ایک طرف ان کے جہاد و ابتلاء و امتحان کے واقعات امام احمد بن حنبل کی یاد تازہ کرتے ہیں، اور وہ کبھی گھوڑے کی پیٹھ پر کبھی انبالہ کے پھانسی گھر میں، کبھی جزیرہ انڈمان میں محبوس نظر آتے ہیں، دوسرے وقت وہ سلسلۂ مجددیہ و سلسلہ محمدیہ (سید صاحب کے خصوصی سلسلہ) میں لوگوں کی تربیت و تعلیم میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق　　ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

ہندوستان کی پوری اسلامی تاریخ کی مجاہدانہ جدوجہد اور قربانیاں اگر ایک پلڑے پر رکھی جائیں اور اہل صادقپور کی جدوجہد اور قربانیاں اگر دوسرے پلڑے پر تو شاید یہی پلڑا بھاری رہے۔

ان حضرات کے بعد بھی ہم کو اہل سلسلہ اور اصحاب ارشاد دینی جدوجہد اور جہاد فی سبیل اللہ کے کام سے فارغ اور گوشہ نشین نہیں نظر آتے، شاملی کے میدان میں حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت حافظ ضامن، مولانا محمد قاسمؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہم) انگریزوں کے خلاف صف آرا نظر آتے ہیں، حضرت حافظ ضامن وہیں شہید ہوتے ہیں۔ حاجی صاحب کو ہندوستان سے ہجرت کرجانی پڑی ہے، مولانا نانوتوی و مولانا گنگوہی کو عرصہ تک گوشہ نشین اور مستور رہنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

پھر مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (جنکو ہندوستان کے مسلمانوں نے بجا طور پر شیخ الہند کے لقب سے یاد کیا) انگریزوں کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے ہیں، اور ہندوستان کو ان کے وجود سے پاک کر کے ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں مسلمانوں کا اقتدار اعلیٰ اور ان کے ہاتھ میں ملک کی زمام کار ہو، ان کی بلند ہمتی انکو ترکی سے تعلقات قائم کرنے اور ہندوستان و افغانستان و ترکی کو ایک سلسلۂ جہاد میں منسلک کرنے پر آمادہ کرتی ہے، ریشمی خطوط، انور پاشا کی ملاقات مالٹہ کی اسارت انکی عالی ہمتی اور قوت عمل کا ثبوت ہے

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔

ان مسلسل تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں یہ کہنا کہاں تک صحیح ہوگا کہ تعطل و بے عملی حالات کے مقابلہ میں سپر اندازی اور پسپائی تصوف کے لوازم میں سے ہو، اگر اس دعوے کے ثبوت میں چند متصوفین اور اصحاب طریقت کی مثالیں ہیں تو اس کے خلاف بڑی تعداد میں ان ائمہ فن اور شیوخ طریقت کی مثالیں ہیں جو اپنے مقام اور رسوخ فی الطریقہ میں بھی اول الذکر اصحاب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اگر تصوف اپنی صحیح روح اور سلوک راہ نبوت کے مطابق ہو اور یقین اور محبت پیدا ہونے کا باعث ہو (جو اس کے اہم ترین مقاصد و نتائج ہیں) تو اس سے قوت عمل، جذبۂ جہاد، عالی ہمتی جفاکشی، شوق شہادت پیدا ہونا لازمی ہے، جب محبت الٰہی کا چشمہ دل سے ابلے گا تو دل میں یہ صدا بلند ہو

اے آنکہ زنی دم از محبت — از ہستی خویشتن بپرہیز
برخیز و بہ تیغ تیز بنشیں — یا از رہ دوست برخیز

Marfat.com

(۸)

تصوّف و احسان کے طالبوں کو

چند ابتدائی مشورے

اس کتاب کے ابتدائی پانچ مقالے جب
باقساط الفرقان میں شائع ہوئے تو بعض حضرات نے ان کو پڑھ کر
اصرار فرمایا، کہ اللہ کے جن بندوں کے دلوں میں ان کے مطالعہ سے
دین کے اس شعبہ کی ضرورت کا احساس اور اس کی تحصیل کی چاہت
پیدا ہو، ان کو کچھ ایسے ابتدائی مشورے دینا بھی ضروری ہیں جنکی
روشنی اور رہنمائی میں وہ اگر چاہیں تو بلا تاخیر اپنا سفر شروع کر سکیں
کیونکہ تجربہ یہ ہے کہ اس قسم کے احساسات پر اگر جلدی عملی قدم
نہ اٹھایا جائے تو بالآخر وہ مضمحل ہو کر رہ جاتے ہیں —— اسلئے
چند ابتدائی مشورے عرض کر دینا بھی مناسب معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اپنے بندوں کو ان سے فائدہ پہونچائے"۔ــــــــــ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

اللہ کے جن بندوں کے دل میں دین کے اس تکمیلی شعبہ کی طلب اور اس کی تحصیل کا داعیہ پیدا ہو، اُن کو چاہئے، کہ :۔

سب سے پہلے تو اپنی نیت صحیح کریں یعنی اپنے نفس کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنی عبدیت کے تعلق کی درستی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو مقصود بنائیں، کشف و کرامات کی طلب، یا بزرگی اور بڑائی حاصل کرنے کی ہوس ایک طرح کا شرک ہے، اسلئے اس طرح کا کوئی مقصد دل کے کسی گوشہ میں بھی باقی نہ رہنے دیں۔

پھر نیت اور ارادہ کی اس تصحیح کے بعد اس راستہ کی رہنمائی اور رہبری کے لئے اللہ کے کسی ایسے صالح اور صاحبِ ارشاد بندہ کی طرف رجوع کریں جو اس کے اہل ہوں، اور طبیعت کو بھی جن کے ساتھ مناسبت ہو، اور جن کی خدمت میں پہونچنا اور صحبت سے فیضیاب ہونا زیادہ مشکل نہ ہوــــــ اگر ایسے حضرات سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے خود فیصلہ اور انتخاب مشکل ہو، تو بہتر یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ اور دین میں بصیرت رکھنے والے نیک صالح لوگوں سے مشورہ لیں، اور اپنے زمانہ کے جن جن بزرگوں کے متعلق وہ رائے دیں اُنکی خدمت میں جائیں، اور چند چند دنوں ٹھہر کر خود دیکھیں، اور جہاں طبیعت کی مناسبت محسوس ہو اور دل میں جن کی عظمت اور محبت زیادہ پیدا ہو، اور جن سے اپنے کو نفع کی زیادہ اُمید ہو

Marfat.com

اُن ہی کو اپنے لئے انتخاب کرلیں، اور اگر مخلص اور اہل مشیروں کے مشورہ ہی سے کسی بزرگ کی طرف رجوع کرنے کے لئے اپنی رائے قائم ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اُن ہی کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کرلیا جائے ـــــ لیکن آخری فیصلہ کرنے اور اپنی طلب اور ارادت کا ان سے اظہار کرنے سے پہلے بطریق مسنونہ استخارہ بہرحال کرلیا جائے جس کا طریقہ حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے، کہ :-

"پہلے اہتمام سے وضو کیا جائے، اس کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھی جائے، اور سلام کے بعد دل کی پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دُعا کی جائے":-

اَللّٰھُمَّ[1] اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ	اے اللہ میں تیرے علم محیط سے اپنی بہتری چاہتا ہوں
وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ	(تو ہی اپنے محیط علم سے بہتری کیطرف میری رہنمائی فرما)
اَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ	اور تیری قدرتِ کاملہ سے (اپنی بہتری پر) قدرت
فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ	مانگتا ہوں، اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں،
تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ	کیونکہ تو قادر ہے اور میں عاجز ہوں، اور تو سب کچھ

---

[1] دعائے استخارہ کے یہ الفاظ صحیح بخاری کی روایت کے ہیں، اس کے راوی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو استخارہ کی یہ دُعا ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے، جیسے اہتمام سے قرآن مجید کی سورتیں سکھاتے تھے" (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

Marfat.com

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ . اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ
وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ
فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ
بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ
وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ
عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ
الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ

جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تو
سب غیبوں کا بھی جاننے والا ہے ـــــ
اے اللہ اگر یہ کام (جس کے بارہ میں میں
استخارہ کر رہا ہوں)[1] تیرے علم میں میرے
لیے میرے دین اور میری دنیا اور میری
آخرت کے لیے بہتر ہے اور اس میں میرے
لیے خیر ہے تو اس کو میرے واسطے مقدر
فرمادے اور اسکا حاصل کرنا میرے لیے آسان
کردے۔ پھر اس کو باعث خیر و برکت بھی بنادے
اور اگر تیرے علم میں اس کام کا انجام میرے
لیے، میرے دین، میری دنیا اور میری
آخرت کے لیے برا ہو تو اس کو میری طرف
سے پھیر دے اور میرے دل کو اس کی طرف
سے پھیر دے اور جہاں کہیں میرے لیے بہتری
ہو اس کو میرے واسطے مقدر کردے پھر میرے
دل کو اس پر راضی اور مطمئن بھی کردے۔

---

[1] یہاں اس کام اور اس مقصد کا تصور کرنا چاہیے جس کے بارہ میں استخارہ کرنا ہو مثلاً کسی شیخ کی طرف رجوع کرنے کے سلسلے میں استخارہ کرنا ہو تو اسی مقصد کا دل میں تصور کیا جائے۔

Marfat.com

استخارہ کے بعد اگر دل کا وہ رجحان ویسا ہی رہے یا اور ترقی کر جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور برکت کی امید کرتے ہوئے بنام خدا ان ہی بزرگ کی طرف رجوع کرنے اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کا فیصلہ کرلیں ——— اور اگر استخارہ کے بعد دل اُدھر سے ہٹ جائے تو پھر کسی اور کے متعلق سوچیں۔

بہرحال استخارہ کے بعد دل کا جو رجحان ہو (خواہ کسی خواب وغیرہ کی رہنمائی سے ہو یا آپ سے آپ ہو) اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھ کر اس کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہیئے۔

اور اگر ایک دفعہ کے استخارہ کے بعد کوئی رجحان نہ پیدا ہو تو چند بار اسی طرح استخارہ کرنا چاہیئے، انشاء اللہ کوئی نہ کوئی رجحان ضرور پیدا ہو جائے گا اور طبیعت اس طرف مائل کردی جائے گی جس میں بہتری ہوگی۔

بہرحال استخارہ کے بعد جب دل کا رجحان کسی بزرگ کی طرف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے خیر اور سعادت کی دُعا کرتے ہوئے اپنا مقصد ان سے عرض کریں اور اپنی رہنمائی میں لینے کی ان سے درخواست کریں۔ بیعت کا مقصد اور ارادت کی اصل حقیقت بس یہی ہے۔[1]

پھر وہ بزرگ جو کچھ ہدایت اور تعلیم فرمائیں اور جو مشورے دیں ان کی اس سے زیادہ اہتمام سے تعمیل اور پابندی کریں جتنے اہتمام سے جسمانی مریض اپنے معالج حکیم

---

[1] مطلب یہ ہے کہ بیعت تربیت جس کا بیان کر رہے اسی لیے کی جاتی ہے۔ بیعت برکت اور بیعت توبہ کا یہاں ذکر نہیں ہے ۔۔۔ ۱۲

Marfat.com

یا ڈاکٹر کے طبی مشوروں کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی لیے یہ ضروری ہے کہ اس راہ کی رہنمائی کے لیے جن کو انتخاب کیا جائے ان میں پہلے ہی یہ چند چیزیں ضرور دیکھ لی جائیں تاکہ تعلق کی بنیاد پورے اطمینان اور اعتماد پر ہو۔

(الف) وہ دین اور شریعت سے واقف ہوں اور ان کے یہاں شریعت و سنت کے اتباع کا پورا اہتمام ہو۔

(ب) ان کے احوال سے یہ اندازہ ہوتا ہو کہ وہ اللہ کے مخلص بندے ہیں اور ان کی طلب اور رغبت کا رخ دنیا اور اسکے جاہ و مال کی طرف نہیں بلکہ اللہ اور آخرت کی طرف ہے۔

(ج) سلوک میں اتنی بصیرت رکھتے ہوں کہ طالب کے حالات کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی رہنمائی اور رہبری کر سکیں۔

(د) ان کے طرز عمل سے اسکا اندازہ ہو کہ طالبوں اور تعلق رکھنے والوں سے وہ شفقت رکھتے ہیں اور خیر خواہی اور نفع رسانی کی فکر اور کوشش کرتے ہیں۔

(ہ) دین کے اس شعبہ (سلوک) کی تحصیل انھوں نے کسی شیخ کامل کی رہنمائی اور نگرانی میں کی ہو اور ان کی صحبت اٹھائی ہو اور انھوں نے ان کو ارشاد و تربیت کا اہل قرار دیا ہو۔

(و) جو لوگ ان سے تعلق رکھتے ہوں اور دین کے سلسلہ سے ان کے پاس آتے جاتے ہوں ان کو دینی نفع ہوتا ہو اور آخرت کی فکر ان میں بڑھتی ہو۔

اگر ان چیزوں کو دیکھ بھال کے اور اپنے دل کا اطمینان کر کے اللہ کے کسی بندہ کے ساتھ راہ سلوک میں استفادہ کا تعلق قائم کیا جائے گا اور اپنے کو ان کی رہنمائی میں دیدیا جائے گا

Marfat.com

تو انشاء اللہ ہرگز محرومی نہ رہے گی۔

اور اگر کسی بندۂ خدا کے دل میں دین کے اس شعبہ کی طلب اور اپنے نفس کی اصلاح کا داعیہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے پیدا ہو لیکن کسی وجہ سے وہ کسی شیخ کا انتخاب اپنے لیے نہ کر سکیں تو ان کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ کسی شیخ کی طرف رجوع ہونے تک مندرجہ ذیل طریقہ پر بنام خدا اپنا کام شروع کر دیں۔

پہلے اہتمام سے خوب اچھی طرح وضو کریں پھر جہاں تک ہو سکے پورے خشوع خضوع کے ساتھ دو رکعت نفل نماز پڑھیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو موجود اور حاضر ناظر یقین کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی اس سے معافی چاہیں اور آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا اور شریعت پر چلنے کا دل سے عزم اور عہد کریں اور اس بارہ میں اللہ ہی سے توفیق اور مدد مانگیں۔

اگر پچھلی زندگی میں اللہ کے کچھ فرائض یا اس کے بندوں کے کچھ حقوق اپنے ذمہ رہ گئے ہیں تو ان کی ادائیگی کی فکر کریں اور اس کا طریقہ معلوم کرنے کے لیے اگر ضرورت ہو تو کسی متقی عالم دین کی طرف رجوع کریں۔

اللہ کے فرائض میں نماز کی بیحد اہمیت ہے اور دینی ترقیوں کا سب سے اعلیٰ ذریعہ نماز ہی ہے اس لیے اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر اور حضور و خشوع کے ساتھ پڑھنے کی پوری کوشش کریں اور اس کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ ؎

؎ اس عاجز کے رسالہ "نماز کی حقیقت" سے انشاء اللہ اس سلسلہ میں کافی مدد مل سکے گی، بہت سے اللہ کے بندوں نے بتلایا ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کو بہت فائدہ ہوا — ۱۲

Marfat.com

فرض نمازوں اور موکدہ سنتوں کے علاوہ نوافل کی بھی عادت رکھیں خصوصاً تہجد کی پابندی کی کوشش کریں اگر اخیر شب میں اٹھنے کی عادت نہ ہو تو عادت پڑجانے تک عشا کی نماز کے بعد ہی وتر سے پہلے آٹھ رکعت نفل (دو دو رکعت کرکے) بہ نیت تہجد پڑھ لیا کریں اگر وقت تنگ ہو تو چھ یا چار یا دو رکعت ہی پڑھ لیں۔

دن رات کے اپنے اوقات میں کوئی وقت اطمینان اور یکسوئی کا خاص ذکر کے لیے مقرر کریں اور اس وقت میں نفی اثبات یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل و دماغ کو حاضر اور یکسو کرکے تجدید ایمان کی نیت سے پورا کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ معنی مطلب کے دھیان کے ساتھ تین دفعہ پڑھیں پھر تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں پھر مد اور شد کی پوری رعایت رکھتے ہوئے نفی اثبات (لا الٰہ الا اللہ) گیارہ سو دفعہ پڑھیں اور دل سے "لا مقصود الا اللہ" کا دھیان کریں۔ اگر یہ ذکر ہلکی آواز کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ لا الٰہ کہتے وقت جسم کو ذرا داہنی طرف جھکایا جائے اور الا اللہ کہتے وقت بائیں جانب مائل ہو کر قلب پر ہلکی سی ضرب لگائی جائے تو تجربہ ہے کہ اس سے قلب پر اثر زیادہ اور جلدی پڑتا ہے۔ اور اگر ہمت اور وقت میں وسعت ہو تو گیارہ سو نفی اثبات کے علاوہ خواہ اس کے ساتھ ہی خواہ کسی اور وقت میں تین ہزار یا دو ہی ہزار دفعہ ذکر اسم ذات یعنی اللہ اللہ بھی کیا کریں اور اس میں بھی شد و مد کا لحاظ رکھیں۔

اور بہتر ہے کہ یہ ذکر بھی خفیف جہر سے اس طرح کریں کہ قلب کی بھی

Marfat.com

اس میں شرکت ہو۔ ؎

اس ذکر نفی اثبات و اسم ذات کے علاوہ ہر نماز کے بعد تسبیحات فاطمہ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کو بھی معمول بنالیں نیز سوتے وقت بھی تسبیحات فاطمہ اور استغفار و درود شریف سو سو دفعہ پڑھ لیا کریں۔

اس کے علاوہ چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ذکر یا دعا کا کوئی کلمہ پڑھنے کی عادت ڈال لیں مثلاً سبحان اللہ وبحمدہٖ یا لا الہ الا اللہ یا آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین یا استغفر اللہ ربی یا یا حی یا قیوم برحمتک استغیث یا اس قسم کا کوئی کلمہ۔

بہر حال اس کی عادت پڑ جائے کہ اپنے کاموں میں مشغولی کے وقت بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ کلمہ زبان پر آتا رہے اور اس کے ذریعہ دل میں اللہ کی یاد اور اس کی طرف توجہ تازہ ہوتی رہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے لیے بھی کوئی وقت مقرر کرلینا چاہیے۔ اگرچہ

؎ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ذکر میں جہر و ضرب وغیرہ، ذکر کی تاثیر بڑھانے کی ایک تدبیر ہے اس سے اجر و ثواب میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی اور اس کی ضرورت صرف مبتدیوں کو ہوتی ہے ــــ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مشائخ میں جہر و ضرب وغیرہ کے مختلف طریقے رائج ہیں اور اپنے اپنے تجربہ اور طالب کے احوال کے لحاظ سے ذکر کی مقدار بھی مختلف بتلائی جاتی ہے اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے انشاء اللہ ابتداء میں ہر قسم کے طالب کے لیے یہ مناسب رہے گا۔ نیز ذکر کا صحیح طریقہ ملکر زبانی ہی سیکھا جا سکتا ہے۔ اوپر جو طریقہ لکھا گیا ہے وہ بس اسی وقت تک کے لیے ہے جب تک کہ کسی صاحب ذکر سے سیکھنے کی نوبت آئے ــــ ۱۲

Marfat.com

وہ وقت تھوڑا ہی ہو اور زیادہ نہ ہو سکے تو ایک دو ہی رکوع کی تلاوت کر لی جائے۔

اور ذکر ہو یا تلاوت زیادہ سے زیادہ توجہ اور دھیان کے ساتھ اور دل کے ذوق شوق کے ساتھ ہو۔ پھر چند منٹ کا کوئی مناسب وقت اس کے لیے بھی مقرر کیا جائے کہ روزانہ اس وقت دل و دماغ کو ہر چیز سے خالی اور یکسو کر کے موت اور اس کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا مراقبہ کیا جائے یعنی سوچا جائے کہ ایک دن ضرور آنے والا ہے کہ میں اس دنیا سے اٹھا یا جاؤں گا پھر نہلانے، کفنانے اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگ مجھے قبر میں دفن کر آئیں گے، پھر قبر میں اس طرح سوال جواب ہوگا۔ اسکے بعد سیکڑوں یا ہزاروں برس مجھے تنہا اس قبر میں رہنا ہوگا اس کے بعد ایک وقت قیامت آئے گی، پھر حشر نشر ہوگا، پھر حساب ہوگا اور میرا اعمال نامہ میرے سامنے لایا جائے گا جس میں میرے سارے اعمال درج ہوں گے اور اللہ کے فرشتے گواہی دینگے اور خود میرے اعضا ہاتھ پاؤں وغیرہ میرے خلاف گواہ ہوں گے، اس وقت اللہ کے سامنے میرا کیا حال ہوگا۔ پھر میرا فیصلہ سنایا جائے گا اور مجھے اس جگہ بھیج دیا جائے گا جس کا میں سزاوار ہونگا۔

بہرحال آنے والے ان سب واقعات کا تصور اس طرح کیا جائے کہ گویا یہ سب کچھ گزر رہا ہے۔ اور پھر خوف اور ڈر سے بھرے دل سے اللہ سے استغفار کیا جائے اور گناہوں کی معافی چاہی جائے اور رحم اور کرم کی التجا کی جائے۔

ان چند چیزوں کی پابندی کے ساتھ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے گناہوں سے بچنے

Marfat.com

کی پوری کوشش کیجائے اور جب کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو جلدی اس سے توبہ کر لی جائے۔

گناہوں کے سوا دو اور چیزوں میں بھی خاص طور سے احتیاط کی جائے ایک یہ کہ ضرورت سے زیادہ کھانے کی عادت چھوڑی جائے، یعنی اتنا کھایا جائے جس سے قوت پوری قائم رہے اور سستی نہ آئے جو زیادہ پیٹ بھرنے سے آتی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ بات صرف ضرورت سے کی جائے یعنی صرف وہ باتیں کی جائیں جو دین یا دنیا کی حیثیت سے ضروری اور مفید ہوں اور ہمیشہ سوچ کر بولنے کی عادت ڈالی جائے۔

اس سلسلہ کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اپنے کو دوسروں سے کمتر اور دوسروں کو بہتر اور برتر سمجھنے کی، اسی طرح اپنے نفس کے ساتھ بدگمانی کرنے اور دوسروں کے ساتھ نیک گمانی کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

اور سب سے آخری بات یہ کہ ان تمام چیزوں کے بارہ میں اپنا احتساب اور اپنی نگرانی پورے اہتمام سے کی جائے۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ۔

ہر طالب کو اپنا کام شروع کرنے کے لیے یہ چند مشورے انشاء اللہ بالکل کافی ہونگے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ آگے کے لیے رہنمائی اور دستگیری حق تعالیٰ کی طرف ہوتی رہے گی۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین

Marfat.com

انتباہ

ان مشوروں کے متعلق ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے بعد کسی صاحبِ ارشاد سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، بلکہ ان کے لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جن حضرات میں اللہ کی توفیق سے دین کے اس تکمیلی شعبہ کی طلب پیدا ہو جائے اور اپنے خاص حالات کی وجہ سے کسی صاحبِ ارشاد سے جلدی وہ استفادہ نہ کر سکیں تو ان مشوروں کے مطابق کام شروع کر دیں اور جب اپنے لیے کسی روحانی مصلح کا انتخاب کر لیں تو اپنے کو اسکی رہنمائی کا پابند کر دیں یہ واقعہ ہے کہ اس راہ میں پوری رہنمائی کسی زندہ ہستی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

محمد منظور نعمانی

Marfat.com

تصوّف وصُوفیہ
اور
"ہندستان میں اُن کی برکات"

تصوف وصوفیہ کے موضوع پر ایک عدیم النظیر فاضلانہ اور محققانہ علمی مقالہ ہو شروع میں تصوف واحسان کی حقیقت اور اس کے آغاز کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تبلایا گیا ہے کہ تصوف اسی چیز کا نام ہے جس کو کتاب وسنت میں احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہو ــــــ پھر تاریخ کی مستند شہادتوں کی روشنی میں تبلایا گیا ہے کہ اُمت کے چاروں مشہور امام (ائمہ اربعہ) دین کے اس شعبہ کے بھی امام تھے، اور اپنے اپنے زمانہ کے ائمہ تصوّف سے انھوں نے استفادہ کیا تھا ــــــ پھر پوری تفصیل سے تبلایا گیا ہے کہ خصوصیت سے ہندستان میں صوفیہ صافیہ خاص کر اہل چشت نے دین کی بنیاد قائم کرنے اور کلمۃ اللہ کو یہاں بلند کرنے میں کیا حصّہ لیا، اور اسلامی ہند کی تعمیر میں انکی مساعی کو کتنا دخل ہے ــــــ تاریخ کے ہزاروں صفحات کا عطر اور نچلا حصہ ہے

(قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

ملنے کا پتہ کتب خانہ الفرقان گوئن روڈ لکھنؤ

Marfat.com

Marfat.com

نماز کی حقیقت

از، مولانا محمد منظور نعمانی

ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ نماز کے مقام اور اسکی روح و حقیقت سے واقف ہونے کے لیے اور اپنی نماز میں روحانیت و نورانیت پیدا کرنے کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ ضرور فرمائیں ـــــ نماز کے متعلق کتاب و سنت کے لطیف اشارات اور ائمہ دین و معرفت خصوصاً امام غزالیؒ، حضرت مجددؒ الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے عارفانہ افادات کا عطر کھینچ کر اس رسالہ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اس رسالہ کی یہ خصوصیت ہو کہ یہ دل اور دماغ دونوں کو متاثر کرتا ہے۔

دوسرا ایڈیشن، خوبصورت کتابت و طباعت عمدہ کاغذ

قیمت عہ

منیجر کتب خانہ الفرقان گوئن روڈ لکھنؤ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

653

Marfat.com

653

Marfat.com